www.Paksociety.com

فرحین اظفر

دل کے وفا

سوہا اور رماہا دونوں بہنیں اپنی ماں کے ساتھ گھر کی اوپری منزل میں رہائش پذیر ہیں۔ ان کے والد کی وفات ان کے بچپن میں ہی ہوگئی تھی۔

گھر کی نچلی منزل میں ان کے تایا اور تائی اپنی دو بیٹیوں عفت اور نائلہ کے ساتھ رہتے ہیں۔ تایا اکثر بیمار رہتے ہیں۔

حدید 'انس' عفت اور نائلہ کے خالہ زاد ہیں۔ نائلہ 'انس میں دلچسپی رکھتی ہے۔ مگر انس 'سوہا سے شادی کرنا چاہتا ہے اور اپنی پسندیدگی کا اظہار اپنی خالہ اور سوہا کی تائی کے سامنے کردیتا ہے۔ خالہ کو بے پناہ دکھ کا احساس ہوتا ہے 'مگر بظاہر راضی خوشی اس کا رشتہ لے کر اپنی دیورانی کے پاس جاتی ہیں۔ سوہا کی والدہ یہ رشتہ خوشی خوشی قبول کرلیتی ہیں۔

نائلہ باقاعدگی سے اپنے والد کو اسپتال لے کر جاتی ہے۔ وہاں اسپتال کے کلرک شبیر حسین عرف شبو سے روابط بڑھ جاتے ہیں کہ اچھے برے کی تمیز کو بھول جاتی ہے۔

سوہا اور انس کی شادی کی تقریبات بہت اچھے طریقے سے انجام پاتی ہیں اور سوہا رخصت ہو کر انس کے گھر آجاتی ہے۔

حدید کسی کو ڈراپ کرنے جاتا ہے اور اس کا ایکسیڈنٹ ہوجاتا ہے۔

سوہا کے اکیلے پن کی وجہ سے عفت اس کے پاس رک جاتی ہے۔ گھر کے کاموں کے علاوہ حدید کا بھی خیال رکھتی ہے۔

حدید 'عفت کے دل میں اپنے لیے پسندیدگی کو جان لیتا ہے اور سوچ لیتا ہے کہ اس بار خالہ کو مایوس نہیں کرے گا۔

نائلہ 'شبیر حسین سے ملنا نہیں چھوڑتی اور آخر کار اپنی عزت گنوا بیٹھتی ہے 'جس کا اندازہ اس کی ماں کو بھی ہوجاتا ہے اور وہ اپنی عزت بچانے کے لیے حدید کے ساتھ نائلہ کی شادی کا فیصلہ کرلیتی ہیں اور اس بات کا اظہار انس اور رماہا سے بھی کردیتی ہیں۔

حدید 'انس کی خاطر نائلہ سے شادی کرنے کے لیے رضامند ہوجاتا ہے اور شادی کے بعد پوری سچائی سے نائلہ کو بیوی کا درجہ دینا چاہتا ہے 'مگر نائلہ نے حدید کو مجبوری کے تحت اپنی زندگی میں قبول کیا اور اس کو وہ مقام نہ دیا جو اس کا حق تھا حدید



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

خاموش ہو گیا کہ وقت کے ساتھ ساتھ نائلہ اس کو قبول کرنے لگی مگر حدید کی شرافت اور خاموشی کو دیکھتے ہوئے نائلہ کے ذہن میں کچھ اور ہی منصوبے بالا ہی بالا تشکیل پانے لگے جس پر نائلہ وقت کے ساتھ ساتھ بڑی کامیابی سے عمل پیرا تھی کہ وہ انس کی نہ ہو سکی تو سوہا اور انس کو بھی جدا کر دے گی۔

ماہا کی شادی حسیب سے بخیر و خوبی ہو جاتی ہے۔ ماہا حسیب کے ساتھ دبئی چلی جاتی ہے' ماہا حسیب سے شادی کے بعد اپنے آپ کو دنیا کی خوش قسمت لڑکی سمجھنے لگتی ہے' مگر اس کو پتا چلتا ہے کہ حسیب ایک بیٹے کا باپ ہے اور وہ فوراً" پاکستان جانے کا فیصلہ کر لیتی ہے۔

سوہا امید سے ہوتی ہے' مگر نائلہ بڑی عمدگی اور کامیابی سے سوہا کو اس خوشی سے محروم کر دیتی ہے اور اس حادثے کے بعد انس کو اپنی زیادتی کا احساس ہوتا ہے اور وہ سوچ لیتا ہے کہ اب سوہا کو کوئی غم نہیں دے گا۔ نائلہ اسپتال میں شبیر حسین کو دیکھ کر چکرا جاتی ہے وہ سمجھتی ہے کہ شبیر حسین نے اس کو نہیں دیکھا' مگر شبیر حسین نائلہ کا پیچھا کرتے کرتے اس کے گھر پہنچ جاتا ہے اور نائلہ نہ چاہتے ہوئے بھی شبیر حسین کے جال میں گھر جاتی ہے۔

حسیب ماہا کو منا لیتا ہے اور پاکستان آجاتا ہے' مگر ماہا پھر غلط فہمی کا شکار ہو جاتی ہے اور حسیب کے ساتھ جانے سے منع کر دیتی ہے۔ حسیب اکیلا ہی دبئی جانے کے لیے روانہ ہو جاتا ہے کہ اس کا ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے۔

عفت کا نکاح معراج کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ جس کا حدید کو پتا چلتا ہے تو وہ حیران ہو جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

دسویں قسط

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں مزنہ آپی!"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں میں' دبئی سے فون آیا تھا اس کا منیجر تھا۔ پورا ہفتہ گزر چکا ہے۔ اس کا فون بند ہے۔ اگر تم لوگوں کے درمیان کوئی بات ہوئی بھی تھی یا اگر تم سے کوئی ناراضی بھی تھی۔ تب بھی تمہیں اس کا کچھ تو خیال ہونا چاہیے تھا۔"

وہ اسے بے لاگ باتیں سنا رہی تھیں۔

"میں نے خود کئی بار فون کرنے کی کوشش کی تھی لیکن....."

"جھوٹ مت بولو۔" انہوں نے سختی سے اسے جھڑک دیا۔

"اگر تم نے اسے فون کرنے کی کوشش کی ہوتی۔ تو تم اس بات سے مجھ سے پہلے آگاہ ہو جاتیں۔ لیکن تمہیں تو ہوش ہی نہیں ہے کہ وہ ہے کہاں۔" وہ جیسے ماہا پر پھٹ سی پڑیں۔

"آئی... آئی ایم سوری مزنہ باجی! دراصل یہاں عفت کے نکاح کا سلسلہ اتنا اچانک شروع ہوا کہ۔"

"ہاں! شاباش ہے تم کو۔ اپنے میکے میں رنگ رلیاں منا رہی ہو تم۔ اور شوہر پچھلے ہفتے سے بھی زیادہ دن سے لاپتا ہے۔ کچھ اندازہ ہے تمہیں میری بات کا۔" آخر میں وہ بری طرح چلا پڑیں۔

ماہا کو کب امید تھی کہ وہ اتنی بری خبر سنا کر اسے اتنی باتیں سنائیں گی اور وہ بھی اس قدر ذلت بھرے انداز میں۔

"پتا نہیں کہاں چلا گیا بھائی میرا۔ انکوائری بھی کروائی۔ جس دن اسے دبئی جانا تھا۔ وہ فلائٹ پر تھا ہی نہیں۔ اوہ میرے خدایا! کہاں ڈھونڈوں میں اپنے بھائی کو۔"

ان کے انداز میں کچھ ایسی بین کرتی ہوئی کیفیت تھی کہ ماہا کو اپنے ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑتے ہوئے محسوس ہوئے۔ دوسری طرف مزنہ باجی سے فون شاید ان کے شوہر نے لے لیا تھا۔ وہ اسے بہت دھیمے اور ٹھہرے لہجے میں کچھ بتا رہے تھے۔ لیکن ماہا کے کان سائیں سائیں کرنے لگے۔ اسے ان کی آواز آرہی تھی۔ لیکن ایک بات بھی سمجھ نہیں آرہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سوہا اور انس اس کی اونچی گھبرائی ہوئی آواز سن کر اندر آئے تھے۔ اور اب اس کا ہوائیاں اڑتا چہرہ دیکھ کر تفکر میں پڑ گئے تھے۔

"کیا ہوا ماہا۔" سوہا تشویش سے نزدیک آکر پوچھنے لگی۔ ماہا نے بالکل خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ انس نے صورت حال سمجھتے ہوئے فوراً" بڑھ کر اس سے فون لیا اور اپنے کان سے لگایا۔

"ماہا تم ٹھیک ہو ناں! کیا بات ہے حسیب بھائی خیریت سے ہیں۔"

سوہا نے اسے بازوؤں سے تھاما۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی۔ انس نے گہری سانس لے کر فون بند کیا اور سوہا سے بولا۔

"خیریت نہیں ہے۔ حسیب پچھلے کئی دنوں سے لاپتا ہے۔ فون بند ہے۔ اور ٹریس نہیں ہو رہا۔ خود اس کا بھی کچھ اتا پتا نہیں کہ وہ کہاں ہے۔ جس دن دبئی جانا تھا اس دن وہ ایئرپورٹ تک ہی نہیں پہنچا۔ اور۔" اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ وہ تینوں آپس میں ہی اس قدر محو ہو گئے تھے کہ امی کی آنکھ کب کھلی اور کب انہوں نے تمام باتیں سنیں انہیں پتا ہی نہیں چلا۔

طبیعت پہلے ہی خراب تھی۔ یہ خبر سن کر اور بگڑی اور الٹے ہاتھ میں اس شدت کا درد اٹھا کہ وہ بری طرح تڑپ گئیں۔ ان کے منہ سے بے حد کرب آمیز آواز نکلی۔

"سو۔ وہا۔"

ماہا ہڑبڑا کر حواسوں میں واپس آئی۔ اس نے پلٹ کر امی کو دیکھا اور تینوں لمحے بھر میں لپک کر ان کے پاس آگئے۔

"امی۔! امی کیا ہو گیا آپ کو سنبھالیں خود کو امی۔" ماہا بولتے بولتے بری طرح رو پڑی۔

"انس ایمبولینس کو فون کریں۔ امی کو شاید انجائنا۔" سوہا سے بات مکمل نہیں کی گئی تھی۔ درد سے بے حال ہوتی امی اس کے بازوؤں میں جھول گئیں۔ ماہا اور اس کی چیخیں نکل گئیں۔ انس نے بری طرح بدحواس ہو کر جیب میں ہاتھ ڈالا موبائل نکالا اور نمبر ملایا تھا۔



جانے کتنا سمے بیت گیا تھا۔

ایمرجنسی میں گم ہو جانے والے ڈاکٹرز اور امی کی شکل دیکھے ہوئے لگتا تھا زمانے گزر چکے ہیں۔ ان دونوں کے لبوں سے دعاؤں کے اور آنکھوں سے نمکین سیال کے جو چشمے پھوٹے تھے تو اب تک بنا کسی روک ٹوک کے برابر سے ابل رہے تھے۔ انس نے اسپتال پہنچ کر فون کر کے حدید کو تمام صورت حال سے آگاہ کیا تھا۔ حدید نے پوری بات سن کر اسپتال پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ اس مشکل صورت حال میں بھی حدید کو دیکھ کر جہاں انس کے دل میں اطمینان جاگا تھا۔ وہیں چہرے پر خفگی بھی جھلک آئی تھی۔

وہ دل ہی دل میں حدید سے کچھ ناراض سا تھا۔ ماضی میں جو کچھ بھی ہوا۔ اور حدید کی شادی جس سے بھی ہوئی۔ اسے اب بیتی ہوئی باتوں کو بھلا کر آگے کی طرف بڑھنا چاہیے تھا۔ وہ بہر حال اب خالہ جان کا داماد تھا۔ اور آج عفت کے نکاح کے موقع پر گھر میں تقریب کی مصروفیت میں انہیں بیٹے کی کمی کا جس قدر بھی احساس ہوا ہو گا۔ حدید کے خلاف دل اتنا ہی برا ہوا ہو گا۔ اوپر سے اس اہم موقع پر وہ خود تو موقع سے غائب ہے ہی، لیکن اسے نائلہ کا بھی ذرا خیال نہیں آیا۔ وہ خود ہی اکیلی رکشے میں آئی۔ حدید نے ایک فون تک نہیں کیا۔ بلکہ جب سے عفت کے

www.Paksociety.com
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.Paksociety.com

رشتے کی بات چلی وہ گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہے۔ اس کا انداز نہ چاہتے ہوئے بھی حدید کے لیے روکھا اور سرد ہو گیا۔ ذرا نزدیک آنے پر اس نے جس انداز میں اسے دیکھا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ حدید خود بھی اندر کہیں اس سے اور سب سے شرمندہ ہے۔ یقیناً "اپنی ہی بے خبری اور غیر موجودگی پر۔ لیکن تب بھی وہ حدید کو جتانے سے باز نہیں آیا۔

"خیال آ گیا تمہیں اپنے جاننے والوں کا۔ اب بھی مت آتے۔" جواباً "حدید نے جس بے چارگی اور بے بسی سے اس کی شکل دیکھی تھی۔ وہ آگے کچھ بھی کہنے سے باز رہا۔ سوہا اور ماہا۔ کوریڈور کی یخ بستہ دیوار سے ٹکی دھیرے دھیرے سسک رہی تھیں۔ حدید نے ایک نظر ان دونوں پر ڈالی۔ اور جب اسے لگا کہ کچھ کہنا یا نہ کہنا حالات کے میزان میں مساوی وزن قرار پائیں گے تو انس کے پاس سے ہٹ کر سوہا کے نزدیک گیا۔ اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

سوہا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اور سنبھل کر آنسو صاف کرنے لگی۔ لیکن ماہا۔۔۔ وہ بجائے خاموش ہونے کے' حدید کو دیکھ کر' کچھ اس بری طرح تڑپ کر روئی کہ وہ تو وہ' انس اور سوہا بھی بے اختیار ہی اسے خاموش کروانے لگے۔

"سب بہتر ہو جائے گا۔ ٹھیک ہو جائیں گی امی۔ بس تم پڑھتی رہو۔ جتنا بھی تم کو آتا ہے پڑھ پڑھ کر دم کرو ماہا۔ اللہ کے کلام میں بہت طاقت ہے۔ اللہ بہت رحم کرنے والا ہے اور۔۔۔" وہ رندھی ہوئی آواز اور بیٹھے ہوئے گلے سے ماہا کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ماہا کی حالت اس بسمل کی سی تھی جس کے گلے پر چھری پھیر کر دم نکلنے تک کے لیے بڑے سارے ڈرم میں پھینک دیا جاتا ہے۔ اس ڈرم میں کس قدر تاریکی ہوتی ہے۔ موت و زندگی کی جنگ لڑ لڑ کے زندگی ہار جاتی ہے۔ اسے بھی اپنی جان نکلتی اور روح فنا ہوتی لگ رہی تھی۔

"حسیب بھائی کا بھی پتا چل جائے گا۔ تم اکیلی نہیں ہو۔ ہم سب ہیں تو تمہارے ساتھ۔ ماہا پلیز۔" انس ایک گہری سانس بھر کے اس کے برابر میں آ بیٹھا۔ اور کچھ کہے بغیر اس کا سر اپنے کندھے سے لگا کر تھپکنے لگا۔ قریب کھڑا حدید آنکھوں میں الجھن اور استفہام کے رنگ لے کر اسے دیکھ رہا تھا۔

"حسیب۔۔۔؟۔ کیا ہوا اسے؟" کسی سے جواب نہیں دیا گیا۔ ماہا بدستور روتی رہی۔ ایک ڈاکٹر سنجیدہ شکل بنائے باہر آیا۔ حدید اور سوہا اس کی طرف بے تابی سے لپکے۔

"مریضہ کی حالت خطرے سے باہر ہے۔" اس کے لبوں سے جانے الفاظ نکلے تھے یا کوئی جاں فزا مژدا۔ دم توڑتے سوالوں کو دھکیل کر شکرانے کے کلمات ان کی جگہ آن بیٹھے۔ کافی دیر بعد امی سے بات کرنے کی اجازت ملی۔ ماہا کا دل اتنا دکھا ہوا تھا کہ انس نے چاہا اسے امی کے سامنے جانے سے ہی منع کر دے۔ لیکن بھلا ایسا ممکن کب تھا۔ وہ فوراً" ہی امی کو دیکھنے کے لیے مچل گئی۔ اور حسب توقع ان کا ہاتھ تھام کر پھر سے رو پڑی۔ انس کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

البتہ سوہا نے اس مرحلے پر امید سے زیادہ سمجھداری کا مظاہرہ کیا۔ خود بھی فضول میں رونے دھونے سے پرہیز کیا۔ کیونکہ امی کی حالت کافی بہتر تھی۔ اور ساتھ ہی ماہا کو بھی سنبھالا دیا۔

رضوانہ حسن کو اس معمولی ہی سہی۔ لیکن ہارٹ اٹیک نے بری طرح نچوڑ ڈالا تھا۔ ان کا رنگ غیر معمولی حد تک زرد ہو گیا تھا۔ ہاتھوں کی نسیں' سوکھی جھاڑیوں کی مانند ہاتھ کی جلد پر ابھر آئی تھیں۔ پھر بھی ان کی ہمت تھی کہ وہ دھیرے سے مسکرائی بھی تھیں۔ اور بات کرنے کی کوشش بھی کی۔ لیکن ان چاروں نے ہی انہیں بات کرنے سے منع کر دیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

انس کو کل حیدر آباد جانا تھا اس لیے سوہا نے انس کے ساتھ گھر جانے کا فیصلہ کیا' بوجھل ہوتے پپوٹوں سے بھاری قدم گھسیٹتی جس وقت وہ ماہا کو بتانے پلٹی' اس کے سوکھے لبوں پر گلابی نمی چمکنے لگی تھی۔ امی نیند میں جاچکی تھیں۔ اور ان کے سرہانے بت بنی بیٹھی ماہا نے صرف گردن موڑ کر اس کی بات سنی اور سرہلایا تھا۔ وہ بات سمجھی تھی یا نہیں۔ سوہا نے رک کر دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔



چچی جان کی خیریت کی اطلاع پہنچ چکی تھی۔ اماں شکرانے کے نوافل ادا کرنے کھڑی ہوئیں تو اس نے عفت کو آرام کرنے کا مشورہ دے کر خود بھی آنکھیں بند کرلیں۔ بند آنکھوں کے پار حواس پوری طرح کام کررہے تھے۔ لامتناہی سوچیں اس کی نیند کو ایک دوجے کے اوپر دھکیلتی دھڑلے سے بند کواڑ کھول کر سامنے آجاتیں۔ اور ستم یہ کہ سارا دھیان اسی ایک شخص سے جڑا تھا۔ جسے اس نے کبھی اپنا نہیں سمجھا تھا اور وہ اب سب سے زیادہ اپنا تھا۔

"حدید!" اس نے بمشکل اپنے لبوں کی لرزشوں کو قابو کیا۔ اور بے خبری کی دھنک رنگ پھدکتی چڑیا کو دبوچ کر پھسلانے لگی تھی۔ تب ہی موبائل فون کی معمولی سی تھرتھراہٹ نے اس کی گرفت ڈھیلی کی۔ اور چڑیا پھر سے اڑ گئی۔

"حدید کا میسج اس وقت۔" اس نے حیرت و بے یقینی سے دم بدم صبح کی گود میں سر رکھنے کو' بڑھتی ہوئی رات پر نظر ڈالی۔ پھر پیغام کھولا۔

"میں رات میں آنٹی کے پاس رک رہا ہوں۔ تم بھی گھر پر ہی رک جاؤ۔ انس اور سوہا اپنے گھر چلے گئے ہیں۔" ایک طنزیہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر ابھری۔

"اتنے دن کی بے رخی' لاتعلقی اور بے اعتنائی دکھانے کے بعد' آدھی رات گزرنے پر آپ کو میرا خیال آگیا۔ اور یہ پیغام۔ کتنا بے تکا اور بھونڈا ہے۔ رات تو اختتام کے قریب ہے۔ ان کے خیال میں اس وقت میں بیٹھ کر ان کی واپسی کا انتظار کررہی ہوں گی۔ وہ بھی گھر جانے کے لیے۔ اچھا ہے۔ واہ واہ۔ بہت اچھا۔" اس کی دھیمی مسکراہٹ ایک زخمی ہنسی میں بدل گئی۔ لیکن اس نے اپنی آواز کو حتی الامکان دبا کر رکھا۔ ورنہ غنودگی میں جاتی ہوئی عفت چونک جاتی۔ حدید کا اس وقت آنے والا میسج اور انس اور سوہا کا گھر چلے جانا' اس کے اندر حسد کے بھانبڑ جلا گیا۔

انسان زندگی میں سب سے زیادہ فطرت کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے۔ وہ لاکھ اچھا بن لے۔ مگر اس کی بری فطرت کہیں نہ کہیں اسے مٹی ضرور چٹاتی ہے۔ اور فطرتاً" مخلص اور بے ریا انسان "کسی کے ساتھ برائی کر بھی لے۔ اس پر خوش بھی ہونا چاہے۔ لیکن ضمیر کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہی رہتا ہے۔ اس کی فطرت میں بھی حسد رچا بسا تھا۔ جیسے بھینسوں والے باڑے میں بھوسے اور گوبر کی باس رچی بسی ہوتی ہے۔ وہاں کے مکینوں کو بھلے پتا نہ چلے۔ لیکن کسی نئے آنے والے کو ضرور محسوس ہوجاتی ہے۔ اسے بھی پتا نہیں چلتا تھا کہ اس نے مکافات عمل کے خوف سے کتنی بار توبہ کی اور کتنی بار پھر برائی کے رستے پر کشاں کشاں چل پڑی۔

برائی انسان کے دل و دماغ میں سانپ کی طرح پلتی اور موجود رہتی ہے۔ آپ اس سے بچنے کے لیے "ہش ہش" کرتے رہیں۔ وہ وقتی طور پر دور ہٹے گی لیکن پلٹ کر ڈسے گی ضرور۔ اس سے چھٹکارا پانے کے لیے اس کا سر کچلنا پڑتا ہے۔ لیکن مصیبت یہ تھی کہ اس کی زندگی میں در آنے والی برائی کسی سانپ نہیں۔ اژدھے کی صورت موجود ہوئی تھی۔ جس کا سر کچلنے کے لیے لاٹھی نہیں' زہریلے ہتھیاروں اور خطرناک اسلحے کے ساتھ ساتھ

WWW.PAKSOCIETY.COM
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.Paksociety.com

تربیت یافتہ ہونا بھی ضروری ہے۔
بے چاری نائلہ خالی ہاتھ ہی نہیں خالی الدماغ بھی تھی۔ نہ اسے اپنی فطری کمزوریوں کا ادراک تھا۔ نہ تقدیر و تدبیر کے پیچ و خم سلجھانے کا شعور۔ موبائل کی وائبریشن عروج پر تھی۔ ایک بار پھر برائی اپنا پھن پھیلائے اسے اپنی طرف بلانے اور ڈسنے کے لیے بالکل تیار کھڑی تھی۔
اس نے فقط چند لمحے ہی لگائے ہوں گے۔ سوچنے اور فیصلہ کرنے میں۔ پھر سیل فون کو مٹھی میں دابے وہ سیڑھیاں چڑھتی دبے قدموں اوپری حصے میں آگئی۔ رات کے اس پہر یہاں ہلکی روشنی تھی۔ سبک خرام ہوا تھی۔ اور حبس زدہ کمرے کے برعکس بے حد سکون سا تھا۔ اس نے کرسی پر گر کر آرام دہ انداز میں سامنے میز پر ٹانگیں پھیلائیں اور کال ریسیو کرلی۔
"اس وقت فون کیوں کیا ہے۔" الفاظ کے مقابلے میں اس کا لہجہ بے حد پر سکون تھا۔
"او بلے بھئی بلے۔ جاگ رہی تھی میری بلبل یا جاگ گئی میری کال دیکھ کے۔" دوسری طرف سے آتی کرخت آواز میں خوشی کا ڈھونگی عنصر شامل تھا۔
"زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا فون اتنا اہم نہیں کہ میں نیند برباد کرکے اسے سننے اٹھ جاؤں۔ میں جاگ ہی رہی تھی۔"
"اس ٹیم جاگ رہی تھی۔ خیر تو ہے۔" اس کے پینڈو لب و لہجے کا ہر رنگ جھوٹا تھا۔
"ہاں خیر ہی ہے۔ میرے شوہر جاگ رہے تھے تو ان کے ساتھ میں بھی۔" اتنا بے ساختہ اور بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا کہ اپنی ہی حیرت میں وہ بات مکمل کرنا بھول گئی۔
"ہاں بھئی۔ تیرا خاص الخاص ٹیم تو اسی کے لیے ہے۔ یہ تو ہم ہی بھیک منگے ہیں۔ جو تیری منتیں کرتے کرتے نہیں تھکتے اور تو ہمیں لفٹ ہی نہیں کرواتی۔" نائلہ نے دل ہی دل میں اسے ایک موٹی سی گالی سے نوازا۔
"وہ اس قابل ہے کہ اسے ٹائم دیا جائے۔" جی تو چاہتا تھا کہ اپنے مخصوص انداز میں اس کمینے شخص کو اس کی اوقات یاد دلادے۔ دوسری طرف سے ابھرتی ہنسی کی مکروہ آواز سننے کی اس میں تاب نہیں تھی۔ اس لیے فون بند کرکے میز پر پھینک دیا۔
"تجھے پیچ چوراہے پر تختہ دار پر لٹکا کر پھانسی نہیں دینی چاہیے بلکہ معلق کرکے آگ لگادینی چاہیے تو اس قابل ہے۔ تجھے پتھروں سے نہیں، انگاروں سے سنگسار کیا جانا چاہیے۔ تاکہ مرنے کے بعد بھی تیرا جسم، تجھ جیسے دوسرے کتوں کے لیے نشان عبرت بن جائے۔
میں خود پر ترس نہیں کھاتی۔ کیونکہ میں نادان تھی نہ معصوم۔ پھر بھی جانتے بوجھتے تیری چال میں پھنس گئی۔ لیکن میں اکیلی تو نہیں۔ میرے جیسی اور کتنی ہوں گی۔ جن کے دل شکستہ ہوں گے۔ جن کی روحیں گھائل ہوں گی۔ جو نادان بھی ہوں گی اور معصوم بھی۔ اور پھر۔ پھر تو نے ان کی معصومیت کو داغ دیا ہوگا۔" دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے وہ احتساب کے کڑے عمل سے گزرتی رہی۔
"میرے لیے نہیں میرے مالک۔ میں تجھ سے ان سینکڑوں معصوم جانوں کے لیے رحمت اور انصاف کا تقاضا کرتی ہوں۔ میں تجھ سے تیرا کرم مانگتی ہوں۔" وہ بے انتہا دھیمے لبوں سے بڑبڑائی تھی۔
اس کے پورے وجود میں درد کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ ان اعصاب شکن دن رات نے اسے توڑ دیا تھا۔ اسے نرجلا تجربہ بنادیا تھا۔ اس کا وجود کھوکھلا ہو رہا تھا۔ اسے اپنے ہاتھوں پر نمی کا احساس ہوا۔ اس نے تعجب سے چہرے سے ہاتھ ہٹائے، وہ بے بسی کی انتہائی کیفیت پر تھی۔ لیکن وہ رو نہیں رہی تھی۔ پھر یہ۔ تب ہی ایک بے حد باریک

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ٹھنڈی بوند جیسی چیز احساس پہلی ہتھیلی میں گری۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ سر شام چلنے والی ہلکی ہوائیں، حبس میں بدل گئی تھیں۔ اور اب یہ حبس ٹوٹنے جا رہا تھا۔
رحمت خداوندی آسمان سے اتر کر اس نر جلتے شجر کو سرسبز کرنے والی تھی۔ اس کے لبوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ نے چھب دکھلائی۔ پھر وہ کرسی سے اٹھی۔ اور دونوں بازو پھیلا کر کھلے آسمان تلے آگئی۔ ٹھنڈی بوندیں اس کے جلتے رخساروں، سلگتے بند پپوٹوں پر گرنے لگیں۔ اس کا مرجھایا ہوا وجود جلا پانے لگا۔



ابھی صبح ہونے میں کچھ دیر باقی تھی۔ تھکن سے اس کا روم روم دکھنے لگا تھا۔ انس کی ضد پر اس کا دل تو نہیں چاہتا تھا لیکن پھر بھی وہ شخص اس کا دل رکھنے کی خاطر گھر آگئی تھی۔
اسپتال سے نکلتے وقت اس نے خاص طور پر حدید سے ماہا کو کھانا کھلا دینے کی تاکید کی تھی۔ کیونکہ معراج کے گھر والوں کے جاتے ہی امی کی طبیعت بگڑ گئی تھی اور اس کے بعد کسی کو بھی کھانا کھانے کی فرصت ملی نہ خیال آیا۔ اس کے اپنے پیٹ میں بھی اعصاب شکن صورت حال سے نکلتے ہی چوہے دوڑنے لگے تھے۔ صورت حال کو بھانپ کر انس نے راستے میں سے کھانے کا کچھ سامان لے لیا تھا اور اس وقت بھی اس نے دل میں سوچا تھا کہ انسان دل ہی دل میں کیا کیا ارادے نہیں باندھتا۔ پھر وہ سب بھربھری مٹی کا ڈھیر ثابت ہوتے ہیں۔
”جانے عفت اور نائلہ نے بھی کھایا کہ نہیں۔ وہ دونوں بھی تو...“ اس کے دھیان میں دراڑ پڑ گئی۔ بمشکل پیروں کو راضی کر کے چلنے والا بوجھل وجود ہوا سے بھی ہلکا ہو گیا۔ وہ پہلے گھبرائی پھر بے ساختہ کھلکھلائی۔
”ارے ارے۔ ارے...“ بے ساختہ اس کے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے بچی۔
”بہت تھکن ہو گئی تھی نا تمہیں۔ اس لیے۔“ انس نے بے حد محبت سے اس کے کانوں میں دھیمی سی سرگوشی کی۔ اور اس کا نازک وجود لاؤنج کے صوفے پر دھر دیا۔ وہ چند لمحے بنا کسی حرکت پر دم بخود رہی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ انس یہ حرکت بھی کر سکتا ہے۔ پھر اس کے بازوؤں کا حصار ٹوٹتے ہی جیسے کسی خواب سے جاگی۔ اور بے ساختہ زور سے کھلکھلائی۔
ہنستے ہنستے اس کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں۔ چہرہ سرخ ہو گیا اور سانس چڑھ گئی۔ انس خود بھی دھیرے سے ہنستا ہوا صوفے پر اس کے برابر میں بیٹھ گیا۔
”اف اللہ!“ اس نے آنکھیں صاف کر کے چند لمحوں کے بعد اس کو دیکھا۔
”کتنی مدت کے بعد ایسی ہنسی آئی ہے مجھے۔ اپنی آواز اور اپنی ہنسی خود ہی اجنبی سی لگ رہی تھی۔“ انس نے نثار ہوتی نظروں سے اسے دیکھا۔ اور بازو پھیلا دیا۔ وہ بنا کچھ کہے اس کے کندھے سے آن لگی۔ کتنے ہی پل خاموشی سے الفت کے پھول ان پر وار کر اٹھ گئے۔
”میں سوچ رہی تھی کہ حسیب بھائی کہاں چلے گئے۔“ تھوڑی دیر بعد اس کی سنجیدہ آواز ابھری۔ انس جواب میں خاموش ہی رہا۔ اس کے پاس جواب تھا ہی نہیں۔
”ماہا کی نند کہہ رہی تھیں کہ ان دونوں کا آپس میں کوئی جھگڑا ہوا تھا۔ کہیں حسیب بھائی ماہا کو سزا دینے کے لیے تو نہیں غائب ہو گئے۔“
”کیا کہہ سکتا ہوں میں۔“ انس نے گہری سانس لی۔ حسیب کا یوں ایک دم سے روپوش ہو جانا۔ اس کے لیے بھی کسی معمے سے کم نہیں تھا۔ اور معمہ بھی وہ جو ہزار وہموں کے حصار میں کھڑا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"اللہ کرے ایسی ہی بات ہو۔ خدا نہ کرے اگر کچھ الٹا سیدھا ہو گیا تو ماہا تو۔" سوہا نے سر جھکا لیا۔ اس سے بات مکمل نہیں کی گئی۔ انس نے یہاں وہاں بھٹکتی نظر اس پر ڈالی۔ پھر اس کی ٹھوڑی پکڑ کر سر اونچا کیا۔ سوہا کی آنکھوں میں سرخ لکیریں گہری ہو رہی تھیں۔

"چائے پیو گی۔ میں بنا کر لاتا ہوں۔ بھوک تو نہیں لگ رہی اب۔" اس کی بات بالکل ہی موضوع سے ہٹ کر تھی۔

"پلیز۔ سونا نہیں ہے۔ صبح جانا ہے آپ کو۔" اس کا دل سوچ سوچ کر اداس تھا۔ بس نہیں چلتا تھا۔ کچھ بھی کر کے انس کو روک لے۔

"نہیں سونا نہیں ہے۔"

اس نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے اپنا سر دھیرے سے اس کے سر سے ٹکرایا۔ پھر اپنے بازو کے گھیرے سے اسے آزاد کرتا ہوا اٹھا۔

"چائے لا رہا ہوں۔ سونے کی کوشش نہیں کرنا۔ ورنہ۔۔۔" اس نے سوہا کی طرف ایک شرارتی اشارہ دیا۔ سوہا نے ہنستے ہوئے اس کے ہاتھ پر زور سے ہاتھ مارا۔



دن نکلے ہوئے کچھ ہی گھنٹے گزرے تھے۔ جب نائلہ، عفت اور اماں کے ساتھ ناشتا لے کر اسپتال پہنچی۔ حدید کی آنکھوں میں سرخی اور ہلکی سوجن تھی۔

"آپ گھر جا کر آرام کر لیں۔ میں رک جاؤں گی آج یہاں۔" عفت نے اپنی عادت و فطرت سے مجبور ہو کر حدید اور ماہا سے بیک وقت کہا۔

"اور جاتے ہوئے مجھے بھی ساتھ گھر لے چلیے گا۔"

نائلہ نے جان بوجھ کر عفت کے فوراً" بعد حدید کو مخاطب کر کے اسے گویا یاد دلانے کی کوشش کی کہ نائلہ اور اس کا آپس میں کوئی رشتہ دشتہ بھی ہے۔

"صبح سے مزنہ آپی کے فون پر فون آ رہے ہیں۔ حسیب کا کچھ پتا نہیں ہے۔ وہ بھائی جان سے پتا کروانے کے بجائے صرف میرے اوپر ہی چلائے جا رہی ہیں۔ بتاؤ ذرا۔ میں اکیلی یہاں کس شخص کو کیسے ان کو ڈھونڈ سکتی ہوں۔ انس اور حدید بھائی سے کہہ تو رکھا ہے۔ اگر امی کی طبیعت اتنی خراب نہیں ہو جاتی اور وہ بھی اتنی اچانک۔ تو وہ ہی دونوں کچھ پتا کر سکتے تھے۔ اب یہاں اسپتال میں انہیں دیکھیں یا ان کی باتیں سنیں۔"

سوہا کا فون آیا۔ تو ماہا کاریڈور میں کھڑی ہو کر بولنا شروع ہوئی تو بس بولتی ہی چلی گئی۔ اس کی بے ربط باتیں۔ گھبرایا ہوا لہجہ اور بات کی تیز رفتاری اس کی ذہنی پراگندگی اور اعصابی شکست و ریخت کا مظہر تھی۔

"تم بالکل فکر مت کرو ماہا! کچھ بھی غلط نہیں ہوا۔ وہ تم سے ناراض تھے نا! تو بس ناراضی ظاہر کرنے کے لیے غائب ہو گئے ہیں کہیں۔ اور اس سے اچھا طریقہ انہیں کیا سوجھے گا کہ اپنا سیل بھی آف کر کے بیٹھ گئے۔ تم دیکھنا ایک دو دن میں خود ہی آ جائیں گے۔" ماہا جواباً" خاموش ہو گئی۔ وہ سوہا کو کیا بتاتی کہ ناراض حسیب نہیں تھا۔ وہ خود حسیب سے ناراض تھی۔

"سوہا پلیز تم جلدی آؤ۔ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔" اس کی آواز نیچی ہو گئی۔ تب ہی کسی نے نرمی سے اس کا کندھا تھاما۔ سوہا نے مڑ کر دیکھا۔ وہاں عفت کھڑی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"اندر چلی جاؤ۔ چچی جان تمہارا پوچھ رہی ہیں۔" اس کی نظروں اور چہرے پر ایک عجیب سی ٹھنڈک اور ملاحت تھی۔ اس کے اپنے ہاتھ میں بھی سیل فون دبا تھا۔ ماہا نے سہلاتے ہوئے سوہا کو الوداعی کلمات کہے۔ اور جب فون بند کرکے واپس امی کے پاس جانے لگی تو وہاں سے گزرتے ایک شخص پر اس کی نظر پڑی۔ وہ چہرہ اسے بہت جانا پہچانا سا لگا۔ اس نے ذہن پر زور ڈالا تو اسے یاد آگیا کہ اس نے انہیں کب اور کہاں دیکھا تھا۔ تقریب اسناد کی سالانہ تقریب میں اسٹیج پر کھڑے کچھ بولتے ہوئے وہ اسکول چین کے مالک تھے۔ ان کا نام مغیث حسن تھا۔ عفت نے اسے کمرے میں غائب ہوتے دیکھا اور پھر فون کان سے لگایا۔ دوسری طرف معراج تھا۔

"جی السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔ صبح بخیر۔ کیسے مزاج ہیں۔ جناب کے۔" چند دن پہلے کی بہ نسبت اس کے انداز میں آج قدرے بے تکلفی پائی جاتی تھی۔

"میرے حال تو ٹھیک ہیں۔ لیکن...." وہ رک سی گئی۔ پتا نہیں اپنے گھر کے مسئلے کے لیے اسے پریشان کرنا مناسب بھی ہو تا یا نہیں۔ جبکہ دوسری طرف وہ مستقل اصرار ہی کیے گیا۔ تب عفت نے اسے پوری بات بتادی۔ معراج خاموشی سے سنتا رہا۔

"بس پتا ہی نہیں چلا کب اتنی زیادہ خراب ہوگئی طبیعت ان کی۔"

"چلیں خیر! میں نے تو آپ سے بات چیت کرنے کے لیے فون کیا تھا۔ کہ آپس میں تھوڑی بے تکلفی ہوجائے۔" عفت ایک دم خفت زدہ سی ہوگئی۔

"لیکن موقع ایسا ہے کہ اب اس طرح مناسب نہیں لگتا۔ آپ بھی یقیناً" آرام دہ محسوس نہیں کریں گی۔"

"جی۔" اسے اچانک ہی اپنے اور معراج کے درمیان رشتے کی نزاکت کا احساس ہوا تھا۔ فون بند کرنے کے بعد' چچی جان کے پاس جانے تک وہ اپنے آپ کو کسی اجنبی لیکن مسحور کن لہجے کی خوشبو کے حصار میں محسوس کرتی رہی۔



حدید نائلہ کو لے کر گھر آیا تو سوہا اور انس اسپتال کے لیے نکل چکے تھے۔ نائلہ گھر آکر چپ چاپ کچن میں چلی گئی اور ناشتا بنانے لگی۔ گو کہ حدید نے وہاں ناشتا کیا تھا۔ لیکن وہ اتنا کم تھا۔ اور حدید نے بھی کھل کر کھانے سے گریز کیا تھا۔ نائلہ کی نگاہوں کا مرکز اس کے سوا اور تھا ہی کون؟

اس نے حدید کی آدھی سوئی آدھی جاگی آنکھوں سے اس کی تھکاوٹ کا اندازہ کرلیا تھا۔ تھکی ہوئی وہ خود بھی تھی۔ اور اگر کوئی اور موقع ہوتا تو' شاید وہ اپنی تھکن کے سوا اور کسی شے کے بارے میں سوچنا بھی گناہ تصور کرتی۔ اور ان اشیاء میں یقیناً" حدید بھی شامل ہوتا۔ لیکن اب' بہت کچھ بدل گیا تھا۔ وقت' حالات' زندگی اور۔ شاید وہ خود بھی۔

"کیا میں دھیرے دھیرے سمجھوتے کے لیے تیار ہورہی ہوں؟" اس نے انڈا تلتے ہوئے خود سے خود ہی حیرت میں بھیگا سوال کیا۔

"نہیں۔ یہ صرف اور صرف مکافات عمل کا خوف ہے۔ جو تمہیں اس بدتمیز بچے کی طرح تمیز کے دائرے میں رہنے پر مجبور کررہا ہے۔ جیسے استاد کا مولا جٹ حد میں رہنے پر مجبور کردیتا ہے۔" کوئی اس کے اندر سے بولا۔ اور نائلہ نے بڑے دل سے قسم کھائی کہ اندر بولنے والا ضمیر اگر مجسم شکل میں سامنے ہوتا تو شاید وہ اس کا سر پھاڑ

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.Paksociety.com

یتی۔ حدید نہا کر نکلا آئینے کے سامنے کھڑا تھا۔ جب وہ ناشتے کی ٹرے لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔
"ناشتا کرلیں۔" بنا اس کی طرف دیکھے اس نے مخاطب کیا۔ حدید کی طرف خاموشی تھی۔ نائلہ چند لمحے ویسے ہی کھڑی رہی۔ پھر نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ اس کی طرف ایک نگاہ غلط انداز تک ڈالنے کا روادار نہ تھا۔
"میں نے آپ سے کہا ہے ناشتا کرلیں۔ میں نے دیکھا تھا آپ نے وہاں ٹھیک سے کچھ نہیں کھایا تھا۔
"اچھا۔" اس نے طنزیہ انداز میں ہنس کر اسے دیکھا۔
"میری طرف دیکھا تم نے۔ تمہارا ایمان تو نہیں خراب ہوگیا۔ دو رکعت توبہ کے نفل پڑھ لو جا کر۔ کیوں اپنی آنکھوں کو تکلیف دی تم نے۔" اس کے لفظوں کی کاٹ کو نائلہ نے بڑے ضبط سے برداشت کیا۔ یہ وہ پہاڑ تھا جسے دو دھاری تلوار پر چل کر اسے سر کرنا تھا۔ اور ہر صورت میں کرنا تھا۔
"اب... آپ کو دیکھنے سے میری آنکھوں کو تکلیف نہیں ہوتی۔" ناشتے کی سجی ہوئی ٹرے بیڈ پر رکھی تھی۔ اور وہ دور صوفے پر بیٹھا تھا۔
"کیوں۔ اب کیا میرے اندر پڑے کیڑے مر گئے ہیں۔" وہ جتنا ہو سکتا تھا۔ اپنی سطح سے گری ہوئی تکلیف دہ گفتگو کر رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا نائلہ ہمیشہ کی طرح بنا بحث کیے بلکہ الٹا دھونس جما کر وہاں سے چلی جائے۔ وہ اپنے اندر کے اس مرد سے ڈرتا تھا۔ جس کی نرمی اور خدا خوفی اسے کسی کے ساتھ زیادتی کرنے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ اور یہ وہ خوف تھا۔ جسے کرنے کے باوجود وہ کبھی کھوج نہیں پایا تھا۔ اور جب شناخت کرلیا تو اسے لگا کہ نائلہ نے جو زیادتیاں اس کے ساتھ کی ہیں۔ اور جائز حقوق رکھتے ہوئے بھی جس طرح اسے بے حیثیت کیا ہے۔ اور اس رویے پر جو تکلیف اس نے برداشت کی تھی۔ اس کے بدلے میں نائلہ کو اتنی جلدی معاف کر دینا خود اس کے ساتھ ہی زیادتی ہوتی۔
اور رہا عفت کو پانے اور نائلہ کو زندگی سے نکال دینے کا سوال۔ تو یہ تو اب ممکن ہی نہیں رہا تھا۔ نائلہ کو اجاڑ کر بھی وہ اپنا دل نہیں بسا سکتا تھا۔ اپنی دنیا اپنی من پسند ہستی کے وجود سے آباد نہیں کر سکتا ہے۔ نائلہ بھلے چلی جاتی، عفت پھر بھی نہ آتی۔ جبکہ اس کی سوچوں اور خیالات سے بے خبر نائلہ اس طرح کٹہرے کے مجرم کی مانند سر اور نظر جھکائے بول رہی تھی۔
"نہیں۔ میری آنکھوں میں پڑے کیڑے مر گئے ہیں۔ میری عقل پر پڑے پتھر ریت بن کر جھڑ گئے ہیں۔ مجھے ہر شے بہت صاف دکھائی دینے لگی ہے۔" اس کی آواز ذرا کی ذرا کانپی۔ لیکن حدید کے پاس توجہ دینے کا وقت ہی کہاں تھا۔
"میں تمہارے ہاتھ کا بنا ناشتا نہیں کرنا چاہتا۔" اس کی ہموار اور بے لچک آواز گونجی۔ اور خاموشی چھا گئی۔
"تو پھر۔ جس کے ہاتھ کا کرنا چاہتے ہیں۔ اسی کا سمجھ کر کرلیجئے۔" نائلہ رکی نہیں تھی۔ لیکن وہ ضرور اپنی جگہ بیٹھا رہ گیا تھا۔

READING Section
Online Library For Pakistan

☼ ☼ ☼

باہر کی نسبت اس تپتی دوپہر میں اسپتال کے پرائیویٹ روم میں کافی ٹھنڈک تھی۔ سوہا اور انس نے اندر قدم رکھتے ہی اس سکون کو محسوس کیا جو اردگرد فضا میں سانس لے رہا تھا۔
"شاید اس کی ایک وجہ یہ پرسکون چہرہ بھی ہے۔" سوہا نے دل ہی دل میں سوچا۔ عفت بے حد سنجیدگی اور ملائم تاثرات کے ساتھ تجی کو اپنے ساتھ لائی ہوئی یخنی پلا رہی تھی۔
"یہ کتنی ذمہ دار قسم کی لڑکی ہے۔ اسے ہر بات کا کتنا علم ہوتا ہے۔" اس نے دوسری بار عفت کو دیکھتے ہوئے

WWW.PAKSOCIETY.COM
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.Paksociety.com

دل ہی دل میں توصیف کی۔

''آپ کو تو آج حیدر آباد واپس چلے جانا تھا نا! انس بھائی۔'' عفت اب چچی کے ہاتھ اور منہ صاف کر کے سوپ کا پیالہ اور دیگر برتن وہاں سے ہٹانے لگی۔

''لاؤ میں دھو کر لاتی ہوں۔'' سوہا نے اس کی مصروفیت دیکھتے ہوئے بڑھ کر اپنی خدمات پیش کرنی چاہیں۔

''نہیں تم ابھی تو آئی ہو۔ بیٹھو تم۔ میں یہ دھو کر ذرا نماز بھی ادا کر آؤں۔'' وہ برتن لے کر باہر نکل گئی۔ اور جب برتن دھو کر نماز ادا کر کے واپس کمرے میں آئی تو بے ساختہ ٹھٹک سی گئی۔ کمرے میں معراج کی والدہ اور بڑی بہن تشریف فرما تھیں اسے ایک نامعلوم جھجک نے آن گھیرا۔

''آؤ آؤ بیٹا رک کیوں گئیں۔'' اس پر سب سے پہلی نگاہ چچی جان کی ہی پڑی تھی۔ ان کی نقاہت زدہ آواز پر دونوں نے مڑ کر دیکھا۔ اور دونوں ہی خواتین کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''ارے ماشاء اللہ۔ ہماری بیٹی بھی یہیں ہے۔'' معراج کی والدہ نے جس طرح ایک دم سے اٹھ کر اس کا ماتھا چوما اور سر پر ہاتھ پھیرا۔ عفت کے دل میں سر اٹھاتی جھجک اور بہت سے خدشوں کا خاتمہ ہونے لگا۔ وہ دل میں معراج کی والدہ اور بہن کو بہت تیز مزاج کی حامل خواتین سمجھتی تھی۔ کچھ اس کی وجہ بھی تھی کہ ان کی والدہ کی آواز بے حد سخت' سپاٹ اور بلند ہوتی تھی۔ لیکن رشتہ طے ہو جانے کے بعد سے لے کر آج تک انہوں نے ایک ذرا سی بھی کسی بات سے اپنے مزاج کے ٹیڑھ پن کی جھلک نہیں دکھائی تھی۔ کم از کم ابھی تک تو نہیں۔ شاید بلکہ رخصتی کے بعد ان کا جو بھی رویہ ہوتا۔

ہر لڑکی کی طرح عفت کے دل میں بھی اپنی ازدواجی زندگی اور سسرالیوں کے معاملے میں کچھ تحفظات تھے۔ وہ ان کا اظہار تو نہیں کرتی تھی۔ لیکن ان کے زیر اثر ضرور تھی۔ انس کمرے میں موجود نہیں تھا۔ عفت کا دھیان واپس لوٹا تو معراج کی والدہ کہہ رہی تھیں۔

''بس بہن! انسان کو کچھ پتا نہیں ہوتا کب کیا ہو جائے۔ اب کل کا ہی لے لیجیے' ماشاء اللہ کتنے بہتر طریقے سے سب معاملات نمٹ گئے۔ تو آخر میں یہ سب۔'' ان کی ہمدردانہ آواز پر امی کے چہرے پر ایک زرد پھیکی مسکراہٹ آگئی۔ پپڑی زدہ ہونٹ ذرا کی ذرا دائیں بائیں کھنچ سے گئے۔

''میں تو کہتی ہوں' خدا کے ہر کام میں مصلحت ہی ہوتی ہے۔ اگر جو یہ اٹیک ذرا دیر پہلے آجاتا تو۔ کیا کرتے سب۔ کہاں بھاگے دوڑتے پھرتے۔ ماں کو سنبھالتے یا لڑکے والوں کو۔'' اب کی بار بہن نے ہمدردی میں حصہ لیا۔ لیکن بے حد عجیب انداز میں۔ دھیرے دھیرے مسکراتی امی کے سرہانے بیٹھی سوہا کے لب سکڑ گئے۔ لمحہ بھر کے لیے دونوں کی نظریں ملیں۔ پھر دونوں نے ہی اپنی پلکیں جھکالیں۔

بات اگر ٹھیک بھی تھی۔ تو بہت بھونڈے انداز میں کی گئی تھی۔ سوہا کو انس کی کمی ایک دم ہی چبھنے لگی۔ اور عفت کے دل میں دم توڑتے خدشے پھر سے نمو پاتے' زندگی چرانے لگے۔

''جان بچی سو لاکھوں پائے۔ اللہ آپ کا سایہ بچیوں پر سدا سلامت رکھے۔'' والدہ پھر بھی ذرا بہتر کلمات ادا کر گئیں۔

''اب اپنا اور اپنی طبیعت کا بہت خیال رکھیے گا۔ عفت کی شادی بھی جلد ہی آجائے گی۔ خدانخواستہ دوبارہ کوئی۔''

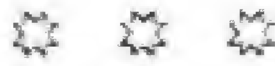
''آنٹی آپ کچھ لیں گی۔ چائے یا جوس وغیرہ۔'' اب ان کی بات کاٹنا ضروری ہو گیا تھا۔

''نہیں؟'' وہ ذرا کی ذرا رکیں۔ پھر فوراً ''ہی خوش ہو گئیں۔

''ارے نہیں نہیں بیٹا۔ ہم تو بس اب چلیں گے۔ یوں بھی عیادت کو آئے ہیں۔ کوئی مہمان تھوڑا ہی ہیں۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھوڑی دیر بیٹھ کر دونوں خواتین رخصت ہو گئیں۔ سوہا نے ان کے جانے کے بعد عفت کو دیکھا۔ جو اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں جانے کیا کھوج رہی تھی۔ سوہا نے بنا کچھ کہے جا کر دھیرے سے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر دبائے۔ عفت نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر مسکرا دی۔



"مجھے کچھ رقم کی ضرورت ہے۔" تپتی دوپہر میں جب حدید تھوڑی دیر آرام کے بعد آفس کے لیے نکل چکا تھا۔ دروازے پر ہوئی دستک پر اس نے بالکل بے دھیانی میں دروازہ کھولا تھا۔ اسے کیا پتا تھا۔ وہاں ایک بھوت اس کا منتظر ہے۔

"چل زیادہ ڈرامے نہ کر۔ مجھے پتا ہے تیرا خصم چلا گیا ہے گھر خالی ہے۔" گلی ویران تھی۔ اک ہو کا عالم طاری تھا۔ انسان تو انسان' پرندے بھی اپنے چونچیں کھولے ہانپ رہے تھے۔ اور وہ دروازے پر جما کھڑا تھا۔ اس سناٹے کا فائدہ اٹھاتا ہوا۔ دروازہ بند کرنے کی کوشش ناکام ہی رہتی۔ وہ پورے ہوم ورک کے ساتھ ہی آیا تھا۔

"جلدی راستہ دے دے بھئی۔" اس نے دھڑلے سے دروازے کی چوکھٹ پر جما نائلہ کا ہاتھ ہٹایا اور اندر داخل ہو کر سیدھا برآمدے میں چلا گیا۔ نائلہ کو کمر پر پسینے کی دھاریں بہتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ کچھ دیر وہیں کھڑی آیت الکرسی پڑھتی رہی۔ خود پر اور گھر پر دم کرتی رہی۔

"جو اپنے معاملات اللہ کے سپرد نہیں کرتا۔ اللہ اسے ذلیل و خوار کرنے کے لیے دنیا کے سپرد کر دیتا ہے۔ دنیا جو کوہ نور کی طرح دمکتی ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ ایک بے رنگا اژدھا ہے۔ جو اپنے شکار کو ثابت نگل جاتا ہے۔ اور جو خدا کو یاد نہیں کرتا۔ خدا اسے اپنا آپ خوب یاد دلاتا ہے۔ کہ پھر وہ اسے بھول نہیں پاتا۔ وہ بھی بہت بے چارگی سے اللہ کو یاد کرتی اندر آئی۔

"میرے جیٹھ اور جیٹھانی آنے والے ہیں۔ تم جلدی سے کام کی بات کرو اور جاؤ یہاں سے۔"

اس کا انداز پہلے کی نسبت کم ڈرا ہوا لیکن' بے حد کوفت بھرا تھا۔

"او ہو۔ ہو۔ ہو۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں بھونڈے پن سے ہنسا۔ اس کی موٹی توند تھل تھل کرنے لگی۔

"بڑی جلدی پڑ گئی کام کی تجھ کو۔" نائلہ نے جان بوجھ کر اس کی بات نظر انداز کی۔ وہ صوفے پر آگے ہو کر بیٹھی تھی۔ ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست تھیں۔ وہ بے حد سنجیدگی سے میز کی چکنی شفاف سطح کو گھور رہی تھی۔

در حقیقت یہ زندگی کا وہ مقام تھا جہاں انسان ہاتھ پیر چھوڑ کر صرف وقت کے کروٹ بدلنے کا انتظار کرتا ہے۔ مجبورا" بے بسی سے' بے کسی سے۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں بچتا۔ گو کہ اس کروٹ بدلنے کے انتظار میں اس کے ہاتھ سے بہت سی ایسی قیمتی اشیاء نکل جاتی ہیں۔ جنہیں وہ زندگی بھر تگ و دو کرنے کے بعد بھی واپس حاصل نہیں کر سکتا۔ سو وہ بھی صبر سے انتظار میں تھی۔ لیکن یہ صبر کتنا صبر آزما ہو سکتا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا۔ تب ہی شبیر حسین عرف شبو نے پٹاخا چھوڑا۔ اور وہ ایسے اچھل پڑی جیسے آس پاس کوئی بم دھماکا ہوا ہے۔

"تو۔۔۔"

اس نے ہونقوں کی طرح اس کا منہ دیکھا۔ پھر اتنی بات کو ناکافی جان کر مزید بولی۔

"م۔ میں کیا کروں۔" "تجھے بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں بھلا کر ہی کیا سکتی ہوں۔" اس نے دو جملوں میں بے ربطگی کے ڈھیر لگا کر پوری کوشش کی کہ شبیر حسین ایک ہی بار میں اس کے کچھ نہ کر سکنے پر یقین کر لے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.Paksociety.com

"وہ بھی۔ اتنا کیوں ہول رہی ہے۔ شادی پر زیور نہیں ملا مجھے۔" اس کا اطمینان دیدنی تھا۔
"نہیں۔" اس کا سر بے اختیار نفی میں ہلا۔ "نہیں ملا زیور۔" وہ بے خیالی میں بڑبڑائی۔ پھر اس کا چہرہ دیکھ کر بڑبڑاتی اور تیزی سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔
"میری شادی بہت ایمرجنسی میں ہوئی تھی۔ زیور تو دور کی بات 'دو جوڑے کپڑے' تک نہیں ملے تھے۔"
"تو پھر۔ یوں کر۔ تیری جیٹھانی کے پاس بھی تو ہوگا زیور۔ بیچ اوئے اس کی شادی تو طریقے سے ہوئی تھی نا! یا وہ بھی۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر کمینگی سے ہنسا۔ نائلہ کی ٹانگوں سے جان نکلنے لگی۔ وہ ایک لمحے کے غور و خوض کے بغیر بتا سکتی تھی کہ اس نے زندگی میں شبیر حسین سے زیادہ منحوس شخص کوئی نہیں دیکھا تھا۔ کمینگی کی اگر کوئی مجسم شکل ہوتی تو یقیناً وہ شبیر حسین ہی ہوتا۔
اپنے بے جان پڑتے وجود کی اینٹھن محسوس کرتے سے اس نے دل سے اپنی موت کی دعا مانگی۔
"مرنا تو ایک دن ہے ہی ویسے بھی۔ یا اللہ! کسی بھی ذریعے سے 'تذلیل کی سیڑھیاں چڑھنے سے پہلے مجھے ایک عزت دار موت نصیب فرما دے۔" صوفے پر آگے کو سرک کر بیٹھے بیٹھے اس نے کتنی صدیوں کا سفر طے کیا تھا یہ صرف وہ خود ہی جانتی تھی۔ شبیر حسین گاہے بگاہے ایک اچٹتی نظر اس کے اترتے چڑھتے چہرے کے تاثرات پر ڈالتا۔ اور پان چبانے لگتا۔ تھوڑی دیر سوچ بچار کے بعد اس نے فیصلہ کن انداز میں سر اٹھایا۔
"جو تم چاہ رہے ہو۔ وہ نہیں ہو سکتا شبیر۔"
"میرا پیچھا چھوڑ دے اب۔ شادی ہوگئی میری۔ کیوں میری زندگی برباد کرنے کے پیچھے پڑا ہے۔ اور بھی تیری مل جائیں گی تجھے۔ چلا جا نا! یہاں سے 'نکل جا میری زندگی ہے۔ تجھے اللہ کا واسطہ۔" وہ بلبلا کر رونے لگی۔
کتنی دیر گزر گئی تھی اسے اسی طرح ہتھیلیوں میں چہرہ چھپا کر بلکتے ہوئے۔ گھر میں ایک اکیلی اسی کی آواز گونج رہی تھی۔ شبیر حسین کی طرف مکمل خاموشی تھی۔ اور وہ بے وقوف سمجھ رہی تھی کہ شاید اسے یوں روتا بلکتا دیکھ کر آج تو اس کا پتھر دل ضرور ہی پگھل جائے گا۔ اس نادان نے اپنے آنسو ہمیشہ غلط جگہ بہائے تھے۔ ہمیشہ انسانوں کو راضی کرنے کے لیے اگر اس کے آدھے بھی اپنے خالق کے آگے بہائے ہوتے تو شاید آج یہ منظر بہت مختلف ہوتا۔ یہ منظر ہی کیا۔ اس کی زندگی ہی مختلف ہوتی۔
اس حقیقت سے پرے وہ یہ سوچ رہی تھی کہ اگر آج شبیر حسین پر اس کی آہ و زاری اثر کر جائے تو حدید کو اپنا بنانے کے لیے زمین آسمان ایک کر دے گی۔
کافی دیر آنسو بہانے کے بعد جب اس کے ہولتے بلکتے دل کو ذرا کی ذرا قرار آیا تو بے حد مدھم سی آہٹ محسوس ہوئی شاید شبو اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ شاید وہ مایوس ہو کر جانے والا تھا۔ اس نے تیزی سے سر اٹھایا۔ اور جتنی تیزی سے سر اٹھایا اتنی ہی تیزی سے ایک بے حد خوف زدہ سہمی ہوئی اور بھیانک سی آواز اس کے حلق سے نکلی۔
شبیر حسین کسی ڈراؤنی بلا کی طرح اس کے سر پر جھکا کھڑا تھا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں ایک نوکدار چاقو تھا۔ جس کے چکنے پھل کی دوہری دھار کسی جھری سے داخل ہونے والی دھوپ کی لکیر میں چمک رہی تھی۔ اس نے نائلہ کے سر اٹھاتے ہی بے رحمی سے اس کے بال دبوچے اور چاقو کی نوک کو ٹھوڑی کے نچلے حصے میں چبھایا۔
"بند کر یہ ناٹک۔" گالی دیتے ہوئے کہا۔
"یہ آنسو میری سامنے بہانے سے تیرا کچھ نہیں ہونے والا۔ نہ میرا کچھ بگڑنے والا سمجھی۔" اس نے نائلہ کے سر کو زوردار جھٹکا دیا۔ تکلیف سے نائلہ کی سسکاری نکلی اور آنکھیں باہر ابل آئیں۔
"تجھ سے جتنا کہا ہے۔ اتنا کر۔ چل مجھے اس کے کمرے میں لے کر چل۔" اس نے نائلہ کے بال پکڑ کر کھینچے۔
وہ تکلیف سے دوہری ہوتی بمشکل اٹھ کر کھڑی ہوئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

"اچھا میرے بال تو چھوڑ دو۔ میں... میں چلتی ہوں لے کر۔ اف خدایا!" عافیت اسی میں تھی کہ اس کی ہدایت پر بلا چوں وچرا عمل کیا جائے۔ اس نے ایک ایک سیڑھی جیسے پل صراط پر چلتے ہوئے چڑھی۔ ہر ہر قدم پر پیروں کی جگہ اس کا دل کٹ کٹ کر گر رہا تھا۔

سوہا اور انس کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند تھا۔ مگر اس میں تالے کے بجائے یوں ہی کنڈی لگی ہوئی تھی۔ یہ پرانے زمانے کا بنا ہوا مکان تھا۔ دروازے میں لاک نہیں تھا۔ نائلہ نے مرے ہوئے ہاتھوں سے کنڈی کھولی۔ اسے اپنے وجود پر ایک لاش کا سا گمان ہو رہا تھا۔ چلتے پھرتے وجود اور آتی جاتی سانسوں کے باوجود جسم بے جان کیوں لگتا ہے۔ اگر زندگی میں کسی گھڑی اس پر اس حقیقت کا انکشاف ہوتا تھا تو وہ گھڑی آچکی تھی۔ دروازہ کھلتے ہی شبیر حسین اسے ایک طرف ہٹا کر اندر داخل ہوا۔ الماری اور اس میں لگی چابی نظروں کے سامنے تھی۔

"میں... میں سیڑھیوں کے پاس کھڑی ہو جاتی ہوں۔" اندر کی طرف لپکتا ہوا شبو ذرا کی ذرا رکا اور اس کی طرف پلٹا۔

"جا۔ لیکن دیکھ اگر کوئی ہوشیاری دکھائی نا!" اس نے لمحے سے بھی کم وقت میں پلٹ کر نائلہ کا جبڑا اپنے سخت ہاتھ میں دبوچ لیا۔ نائلہ کی جان نکلنے لگی۔

"تو پھر... تو مجھے جانتی ہے اچھی طرح۔" اس نے پھر ایک زوردار جھٹکا دے کر اس کا چہرہ چھوڑا اور نائلہ کو لگا اس کا منہ کسی لوہے کی ہتھکڑی سے آزاد ہوا ہے۔ اور جبڑا تو شاید اس ہتھکڑی کے ساتھ ہی نکل کر باہر گر چکا ہے۔ شبیر حسین نے چند منٹ کمرے کا جائزہ لینے میں لگائے۔ الماری کے علاوہ اور کوئی ایسی جگہ بظاہر دکھائی نہیں دیتی تھی کہ جس میں قیمتی اشیاء کے رکھے جانے کا گمان ہوتا۔ اس نے آگے بڑھ کر چابی گھمائی۔ الماری کا دروازہ بنا کسی مزاحمت کے کھل چکا تھا۔

ابھی اس کی ایک طائرانہ نگاہ ایک سمت سے دوسری سمت کا سفر مکمل نہیں کر پائی تھی کہ نائلہ سفید چہرہ لیے واپس اندر داخل ہوئی۔

"غضب ہو گیا شبو! میرا جیٹھ گھر آگیا۔" اس کی آواز خطرناک حد تک بیٹھی ہوئی تھی۔ اور حالت سے ایسا لگتا تھا جیسے قریب المرگ کوئی مریض 'بستر علالت سے اٹھ کر چل کر اس تک آیا ہو۔ شبو نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ جیب میں ہاتھ مار کر ایک رومال برآمد کیا۔ اسے منہ پر لپیٹتا ہوا باہر نکلا اور 'ادھر ادھر دیکھتا' کمرے کی پچھلی جانب چلا گیا۔

جتنی دیر میں انس نے صحن میں بائیک کھڑی کر کے اس کی چابی نکالی۔ وہ دیوار سے لگی ایک موٹی پائپ لائن کے ذریعے گھر کی پچھلی طرف موجود پانی کی سیوریج کے لیے بنائی گئی گندی گلی میں اتر چکا تھا۔

گندی نالی کا کیڑا... گندی غلاظت... نائلہ کا ذہن اتنا کام نہیں کر رہا تھا کہ کوئی بھی بات پوری طرح سوچ سکے۔ وہ سوئے ہوئے دماغ اور جاگتی آنکھوں سے سیڑھیاں اترتی نیچے آئی تھی۔ اسے اپنے ہاتھوں اور پیروں کی لرزش پر اختیار رہا تھا اور نہ ہی یہ یاد رہا تھا کہ انس کے کمرے کا نہ سہی الماری کا دروازہ تو بند کر دیتی۔



گھر کیسا بھی ہو۔ عالیشان محل ہو یا کچا پکا چھوٹا سا۔ اگر حق ملکیت کے ساتھ اس میں داخل ہو تو طمانیت کا ایک گہرا احساس رگ و پے میں جاگتا ہے۔ اس احساس میں کتنا سکون پنہاں ہوتا ہے۔ کہ ایک دنیا کی دولت لٹا کر بھی اس سکون کا بدلہ نہیں پایا جا سکتا۔

حبس بھرے اس گرم دن کے وسط میں جب سورج کی شعاعیں نوکیلی انی کی طرح جسم میں کھبتی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.Paksociety.com

دھوپ سے تڑختے فرش پر بائیک کھڑی کر کے سامنے برآمدے کی طرف جاتے ہوئے وہ اس سکون اور احساس کو پوری طرح محسوس کرتے ہوئے اپنے اعصاب میں سر اٹھاتی تھکن کو بخوبی جانچ رہا تھا۔

اندر کمروں کے آگے بنا برآمدہ جسے دیوار کھڑی کر کے ٹی وی لاؤنج کی شکل دی گئی تھی اس وقت ویران پڑا تھا۔ مگر فل اسپیڈ میں چلتا پنکھا اس بات کا گواہ تھا کہ کوئی ابھی بھی یہاں سے اٹھ کر گیا ہے۔

"حدید!" اس نے حدید کے کمرے کی طرف منہ کر کے آواز لگائی۔ دروازہ نیم وا تھا۔ کوئی جواب نہ آنے پر اس نے پھر آواز دی اور دروازہ کو ہلکا سا دھکیلا۔

"جی!"

بالکل اچانک اسے اپنے پیچھے سے نائلہ کی آواز آئی۔ وہ اچھلتے اچھلتے رہ گیا۔ پھر پلٹ کر اسے دیکھا۔ "کہاں تھیں تم نائلہ اور کس قدر خاموشی سے آئی ہو۔" اس نے آخری جملہ دل میں ادا کیا۔ (مجھے تو ڈرا ہی دیا)

"جی۔" اس کی نظریں اور سر کسی مجرم کی مانند جھکے ہوئے تھے۔

"کیا ہوا۔"

"جی۔" وہ سر اٹھا کے ٹکر ٹکر اسے دیکھنے لگی۔

"کوئی مسئلہ ہے۔" انس کو اس کے انداز غیر معمولی سے لگے۔ اور یہ تو بس نائلہ ہی جانتی تھی کہ اس طرح ہر بات کے جواب میں ایک لفظی جملہ "جی" کہنا بھی کس قدر پہاڑ تھا۔

انس دو قدم چل کر اس کے نزدیک آیا۔ وہ یوں اس کے چہرے کو دیکھنے لگی تھی۔ جیسے اس پر جن کا سایہ ہو گیا ہے۔ انس کو آن کی آن میں سویا کی نائلہ کے بارے میں کی گئی باتیں یاد آگئیں۔ وہ ان دونوں نائلہ کے عجیب و غریب رویے کی وجہ سے کتنی پریشان تھی۔

"یہ تم منہ دھو کر آئی ہو۔ یا پسینہ آرہا ہے۔" انس نے بے حد دھیرے اور احتیاط سے اس کی کنپٹی پر بہتی پانی کی لکیر کو انگلی سے سمیٹا۔ اور نائلہ جیسے کسی کوے سے باہر نکلی۔

اس نے دل ہی دل میں خود کو باور کرایا کہ بلا سر سے ٹل چکی ہے۔ "خود کو حوصلہ دینے کی خاطر بے ربط سے انداز میں ہنسی۔ یہ ہنسی بالکل ایسے ہی تھی کہ اس کی باچھیں بس دائیں بائیں ذرا سی چر گئیں۔

"وہ میں... گرمی میں بیٹھی تھی۔ ابھی ابھی لائٹ آئی ہے۔ تو اس لیے اتنا پسینہ آگیا۔ پھر میں کچن میں گئی پانی پینے تو لائٹ آگئی اور میں نے اپنا منہ بھی وہیں دھو لیا۔" انس ابھی بھی فکر مندانہ نظروں سے اسے دیکھتا اپنا چوڑا وجود لیے اس کے راستے میں کھڑا تھا۔

"میں تمہارے لیے لسی بنا کر لاتی ہوں۔ بیٹھو۔"

"اوکے تم بناؤ لسی۔ میں تب تک چینج کروں۔ کھانا مت دینا۔ مجھے نکلنا ہے۔ حیدر آباد کے لیے۔" جتنی تیزی سے کہتا وہ سیڑھیاں چڑھ کر گیا تھا۔ اتنی ہی پھروں والی جامد کیفیت نائلہ پر اتری۔ وہ ایک قدم آگے نہیں بڑھی۔ وہیں کھڑے ہو کر انس کے واپس لوٹنے کا انتظار کرنے لگی۔

اسے یقین تھا۔ انس ابھی واپس آئے گا اور آکے اس سے بازپرس کرے گا۔ لیکن جس بات کا یقین تو کیا گمان تک نہ تھا وہ ہو گئی۔

بیرونی دروازے کا لاک کھول کر حدید نے صحن میں قدم رکھا۔ ابھی وہ خود کو انس کی جرح کے لیے تیار نہیں کر پائی تھی کہ حدید لاؤنج میں داخل ہوا۔ شاید وہ بائیک اندر لانے کے بجائے باہر ہی کھڑی کر آیا تھا۔ نائلہ کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ اس نے حدید کو اندر آتے اور انس کو اوپر سے نیچے پلٹتے دیکھا۔

"یہ کیسی عجیب سی اسمیل پھیلی ہوئی ہے گھر میں۔ تمباکو کی سی۔" ہمیشہ کی طرح اس نے نائلہ کے وجود کو

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھرپور طریقے سے نظر انداز کیا تھا۔ پر اوپر سے اترتے انس کا چہرہ دیکھ کر رک گیا۔ اور سلام دعا کرنے کے بجائے اسے یوں ہی دیکھنے لگا۔ یقیناً" انس کے چہرے پر کچھ غیر معمولی تھا۔ جس نے اسے کچھ کہنے سے روکا تھا۔

"کمرے کا دروازہ اور الماری کھلی پڑی ہے۔"

"نہیں۔۔۔ کیا کہہ رہے ہو۔"

"ہاں جیسے کسی نے تلاشی لینے کی کوشش کی ہو۔ لیکن میں نے چیک کرلیا ہے۔ کوئی چیز ہلی نہیں ہے اپنی جگہ سے۔"

"اچھی طرح دیکھا۔" انس سہلا تا بت بنی نائلہ کے قریب آیا۔ نائلہ نے دائیں بائیں دونوں جانب سے دو مردوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔ یہ دونوں مرد اس گھر کے رکھوالے اور محرم تھے۔ وہ کیسے ایک نامحرم کو گھر کے اندر بلاتے وقت بھول گئی اتنی بڑی بات۔ ذمہ دار مرد کو اپنے گھر کی حفاظت کرنی آتی ہے۔ جیسے ایک باکردار عورت کو اپنی عزت کی حفاظت کرنی آتی ہے۔

"اور یہ بدبو سی کیسی آرہی ہے۔ تمباکو جیسی۔ جیسے سگریٹ کی عجیب سی۔" وہ دونوں سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ نائلہ کی ہتھیلیاں پسیجیں۔ اور پیروں کی جان حقیقتاً" نکل گئی۔ اس کے اعصاب مکمل طور پر جواب دے چکے تھے۔ اسے زور کا چکر آیا۔ اور اگلے ہی پل وہ انس کے بازوؤں میں ڈھیر ہو چکی تھی۔

حدید نے منتشر حواسوں سے انس کو نائلہ کا چہرہ تھپتھپاتے دیکھا۔ اس کے بال اور دوپٹا بے ترتیب ہو چکے تھے۔ پورا جسم پسینے کی نمی سے گیلا تھا۔ اور بکھری لٹیں گردن اور اطراف میں چپکی ہوئی تھیں۔ حدید کے پورے وجود میں ناپسندیدگی کی لہریں اٹھیں۔ اور آنکھوں سے لپکنے لگیں۔

اس نے حواس باختہ سے انس کو دیکھا۔ جو پہلے بازوؤں کا سہارا دے کر اس کے وجود کو زمین پر پوری طرح گرنے سے بچا چکا تھا۔ اور اب اس کا سر اپنی گود میں رکھے فکر مندی سے اسے ہوش میں لانے کی کوشش کررہا تھا۔ حدید کے لیے یہ منظر ناقابل برداشت سا لگا۔ جانے کیوں۔ وہ فوراً" آگے بڑھا۔

"میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔ ابھی۔"

"رہنے دو۔ میں خود کال کرلوں گا۔ تمہیں حیدر آباد نہیں جانا۔" اس کا لہجہ ناگواری کو چھپانے کی کوشش میں سپاٹ سا ہو گیا۔ اور بات مکمل کرکے وہ جواب سنے بغیر کچن کی طرف بڑھ گیا۔

"یار پتا نہیں۔ میرے کمرے میں کون گیا تھا۔ کس نے تلاشی لینے کی کوشش کی ہے۔"

"کم از کم نائلہ نے نہیں کی ہوگی۔" اس نے ہاتھ میں پکڑے پانی کے گلاس سے چند چھینٹے نائلہ کے چہرے پر مارے۔ بظاہر وہ نائلہ کی حالت سے پریشان اسے ہوش میں لانے کی تدبیر کررہا تھا مگر حقیقت یہ تھی کہ انس کو نہ وہ پریشان لگا' نہ نائلہ کو ہوش دلانے کا خواہش مند۔

"میں نے ایسا کب کہا۔" انس کو بھی اس کا انداز برا لگا۔ جلدی میں ہونے کے باوجود وہ حدید سے اس بات کو کلیئر کرنا چاہتا تھا۔ حدید نے جس انداز میں اس وقت بات کی تھی۔ وہ اس کے لیے زندگی کا سب سے عجیب ترین اور ناقابل فہم رویہ تھا جو' حدید نے اس کے ساتھ اختیار کیا۔ وہ جواب دینے کے بجائے ہنکارا بھر کے سر اثبات میں ہلانے لگا۔ انس چند لمحے فیصلہ کن موڑ تک نہ پہنچ سکنے کی کیفیت میں مبتلا رہا۔

"میں بلادوں ڈاکٹر کو۔ اسے ہوش نہیں آرہا ہے۔" اس کی تشویش بے حد فطری تھی۔

"نہیں۔۔۔ ضرورت نہیں ہے۔۔۔ تم جاؤ تمہیں دیر ہو رہی ہے۔"

"بھاڑ میں جاؤ۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا ان' دونوں میاں بیوی پر جیسے لعنت بھیج کر واپس پلٹا تھا۔ اپنے کمرے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.Paksociety.com

میں آکر کھلے دروازے کو دیکھ کر اس کی ذہنی رو بھٹک کر پھر سے اسی سوال پر آکر اٹکی تھی کہ کمرے میں کون آیا تھا۔ پیکنگ تقریباً" مکمل ہی تھی۔ اسے نہا کر کپڑے ہی چینج کرنے تھے۔ پھر بھی جب تک وہ گھر میں رہا۔ اسی بات میں اس کا دھیان الجھا رہا کہ آخر کون.... کس نے....



شام ڈھل رہی تھی۔ عفت اپنے دل اور اپنی نیک فطرت کے ہاتھوں مجبور ہو کر ماما پر بیتنے والی مشکل کا سوچتے ہوئے چچی جان کے ساتھ رک گئی تھی نرس خود ہی آکر رضوانہ حسن کو دوائیں اور انجکشن وغیرہ دے جاتی تھی اسے کھانے کے نام پر چند نوالے ہی کھلانے ہوتے تھے۔

پندرہ بیس منٹوں میں وہ یہ کام کر کے جیسے دنیا جہان سے فارغ ہو جاتی تھی۔ اور اس کے پاس سوچنے کے لیے بے شمار باتیں ہوتیں۔

اس نے گہری سانس لے کر زمین پر رکھے اپنے پیر چپلوں کی قید سے آزاد کر کے بیڈ کے کنارے ٹکائے۔ مہندی کے گل بوٹوں سے سجے میرون پیر اور ہاتھ۔

خوب صورتی اور باریکی سے لگائے گئے ڈیزائن کم از کم کسی دل کی مریضہ کی تیماردار کے حلیے پر بالکل موزوں نہیں لگتے تھے۔

"رخصتی.... معراج۔" اس کے لبوں نے بالکل چپکے سے دھیمی سے سرگوشی کی اور ایک معصوم مسکراہٹ لبوں کو چھو کر پلٹ گئی وہ معراج کی شخصیت کو اپنے خیالی دھاگوں میں پرو کر مکمل کرنے میں اتنی محو تھی "اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو خیالی پیکر مجسم شکل میں زیر لب مسکراہٹ دبائے بالکل سامنے کھڑا تھا۔ عفت کو باقاعدہ ہوش میں آنے میں ایک لمحہ لگا۔

"آپ!" گھبراہٹ اس کے چہرے سے ہویدا ہونے لگی۔

"السلام علیکم۔" اس کا چہرہ سنجیدہ لیکن لہجہ متبسم تھا۔

رضوانہ حسن معراج کو دیکھ کر مسکرائیں اور معراج سے باتیں کرنے لگیں۔ عفت معراج کی موجودگی میں قدرے بے آرام سی تھی۔ ایک تو اس سے قائم ہونے والا رشتہ بالکل نیا تھا۔ دوسرے جتنا نیا تھا۔ اتنا ہی قریبی بھی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عفت سلام دعا کے بعد سے جو سر جھکا کر بیٹھی تھی تو اب تک سر اٹھا نہیں پائی تھی۔

معراج کے پاس بھی کون سے باتوں کے خزانے تھے کہ وہ باتیں کرتا ہی چلا جاتا۔ رضوانہ بھی زیادہ بولتیں تو کمزوری محسوس کرنے لگیں۔ نتیجتاً" ہر تھوڑی دیر کے بعد خاموشی چھا جاتی۔ اسپتال کے کمرے کی فضا میں اس خاموشی سے نت نئے رنگ بھرنے لگتے۔ کبھی معنی خیزی کے.... تو کبھی شوخی کے.... ایک دوبار معراج کی باتوں کے درمیان اس نے چاہا کہ ذرا کی ذرا اک اچٹتی نگاہ ڈال کر اس کا چہرہ دیکھ لے۔

وہ چہرہ جو بے حد اپنا ہو چکا تھا اور جو بے حد پرایا سا تھا ابھی۔ پھر بھی اس کے ملبوس سے "اس کی شرٹ کی سلوٹوں سے "اس کے شوز میں دھیرے دھیرے ہلتے پاؤں سے 'ہلکے روئیں سے بھری گندمی کلائیوں سے اور اس کی دھیمی اور بھاری 'لیکن آواز سے اک ایسی اپنائیت چھلک رہی تھی 'ایک ایسا جذبہ امڈ رہا تھا جو اس اجنبی کو اجنبی نہیں رہنے دے رہا تھا۔ عفت نے اسے بولتا ہوا پا کر اک بے حد چور نظر اس پر ڈالی 'لیکن وہ بات تو رضوانہ سے کر رہا تھا 'لیکن دیکھ اسی کو رہا تھا۔ چوری پکڑے جانے پر وہ خود تو دھیرے سے مسکرا دیا 'عفت بے چاری گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"مجھے اک فون کرنا ہے۔ میں آتی ہوں۔" اس کمرے میں رہ کر مزید حماقتیں کرنے سے 'بھاگ جانا ہی بہتر تھا۔ اس نے سر پر سے سرکتا گلابی آنچل دوبارہ درست کیا اور فون اٹھا کر باہر نکل آئی۔
کمرے سے نکل کر اس نے ایک گہری سانس بھر کر خود کو نارمل کیا اور قریب سے گزرتے کسی کی عیادت کے لیے آئے ہوئے چند لوگوں کی نظریں اپنے مہندی رچے ہاتھوں پر دیکھ کر جھینپ سی گئی۔ فوراً" سر جھکا کر ذرا کونے میں گئی اور سوہا کا نمبر ملانے لگی۔



سوہا نے فون بند کر کے مایوسی سے کرسی پر بیٹھی ماہا کو دیکھا۔ رات گہری ہو چکی تھی۔ اس نے خود بھی عشا کی نماز پڑھی اور زبردستی ماہا کو بھی اٹھا کر پڑھوائی۔ اس کے بعد مزنہ آپی کو فون ملایا۔ حسیب کی بہن ہونے کے ناطے ان سے رابطے میں رہنا بے حد ضروری ہو گیا تھا۔ ان کی تمام تر کڑواہٹ بھری باتوں کے باوجود۔
"انہوں نے تو سب جگہ پتا کر لیا ہے۔ کسی دوست کو علم نہیں ہے۔ وہاں اس کا منیجر الگ پریشان ہے اور اس کے فلیٹ میں پتا نہیں اس کی کون سی دوست رہ رہی ہے۔ وہاں سے ٹلنے کا نام نہیں لے رہی۔"
"اس بارے میں تو آپی مجھے کچھ پتا نہیں۔ میں ماہا سے پوچھ کر بتاتی ہوں۔"
"اونہہ۔۔۔ انہیں بھی علم نہیں ہو گا ورنہ کیا وہ تمہیں اب تک بتا نہیں چکی ہوتی' ان محترمہ کو تو شوہر سے جھگڑنے سے ہی فرصت نہیں تھی۔" سوہا کے تن بدن میں ان کے انداز سے آگ ہی تو لگ گئی۔ ابھی وہ غصہ میں کچھ بولنے ہی والی تھی کہ پیچھے سے ماہا نے فون اچک کر لائن کاٹ دی۔
"تو بند کیوں کر دیا بھئی۔ کرنے دیتی نا بات۔ دماغ درست کرتی آج میں محترمہ کے۔"
"ان کے دماغ درست ہی ہیں سوہا! وہ ایسی نہیں ہیں۔ بس حسیب کے اس طرح گم ہو جانے پر' میرے حواس سلامت ہیں اور وہ بالکل پاگل ہو گئی ہیں بس۔" سر جھکا وہ واپس کرسی پر جا بیٹھی۔
"تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ تمہیں بھی پاگل کریں۔"
"پاگل کو کیا پتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔" ماہا جان بوجھ کر پھیکا سا مسکرائی۔
"ماشاء اللہ! مجھے تو اب تم بھی پاگل لگ رہی ہو۔"
وہ جل ہی گئی۔
"کاش کہ تمہارا لگنا سچ ہی ہوتا۔" ماہا کی حسرت زدہ آواز پر وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔
"اللہ کی ہر شے اک نعمت ہے۔ میں نے بہت دیر سے جانا۔ کسی کے آنسو' کسی کا غم' کسی کی غیر موجودگی' کسی کی جدائی۔ انسان کو کب کون سی چیز' کون سا واقعہ' کون سا سبق دے کر جائے گا یہ' نادان انسان کبھی جان نہیں سکتا۔ کسی شخص کی دوری اسے اپنے خالق سے قریب کر دے گی۔
وہ کبھی جاننے کی کوشش نہیں کرتا بس۔ روتا ہے تو شکایت کرتا ہے۔ آنسو بہاتا ہے تو شکوہ۔ کوئی روٹھ جائے تو اللہ سے ناراضی۔ کوئی چلا جائے تو' سوال۔ حالانکہ اگر وہ دیکھے' سوچے اور سمجھے تو اس کے دل کا سارا سکون اور زندگی کا تمام اطمینان اس ایک جملے میں چھپا ہے کہ۔
"جو ہوا اللہ کی مرضی سے ہوا اور اسی لیے اچھا ہوا۔" وہ تاریک پڑتے آسمان میں کہیں کہیں مقیش کی طرح دمکتے ستاروں میں اپنا مقدر ڈھونڈتی بول رہی تھی۔ سوہا سے آگے سے کچھ کہا نہیں گیا۔ بات تو ٹھیک ہی تھی' لیکن۔۔۔ فون پھر سے بجنے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

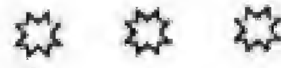
"ارے عفت کال کر رہی ہے۔ تم نے حدید بھائی سے کہا تھا رات میں رکنے کے لیے۔" ماہا جیسے کسی دھیان سے جاگی۔ سوہا کے ہونٹ سیٹی کی طرح سکڑ گئے۔

"میں بالکل بھول ہی گئی۔ اف...!" ماہا نے اس کی عقل پر بلکہ یادداشت پر ماتم کرنے جیسا منہ بنایا۔

"تم بھی نا! لو اب دو اسے تسلی اور فوراً" فون کرو حدید بھائی کو۔"

"ہیلو..." سوہا نے فون کان سے لگایا اور چند لمحے دوسری طرف کی بات سن کر بولی۔

"آئم سو سوری عفت! یہاں ماہا کا رو رو کر برا حال تھا۔ رئیلی میں بالکل بھول گئی۔ بس میں ابھی انہیں کال کر دیتی ہوں۔" وہ دوسری طرف عفت کی بات سننے لگی۔ عفت یقیناً" اتنی دیر ہو جانے پر گھبرا گئی تھی۔ سوہا نے فون بند کر کے جلدی سے حدید کو فون ملایا۔



دن ڈھل چکا تھا۔ مغرب سے ذرا بعد کا وقت تھا۔ آسمان نے مکمل طور پر سیاہ نقاب لے لیا تھا۔ جب اس کی پلکیں ذرا کی ذرا تھرتھرائیں۔ اس نے بھاری پپوٹے بمشکل ذرا کی ذرا کھولے تو آنکھوں میں پڑنے والی سفید روشنی جھماکے کی صورت پتلیوں میں گڑ گئی۔

اس سے لمحے بھر سے زیادہ دیکھا نہیں گیا۔ اس نے فوراً" آنکھیں دوبارہ بند کیں۔ ذہن ایک دم خالی اور جسم تھکاوٹ سے ایسے چور چور تھا۔ جیسے پتا نہیں کتنے میلوں کا سفر طے کر کے تھکن سے نڈھال ہو چکا ہے۔ ابھی اس کے آدھے سوتے آدھے جاگتے ذہن نے کیا، کیوں... اور کیسے کی طرح کے سوالات نہیں اٹھائے تھے۔ فی الحال وہ صرف اپنی آنکھیں کھولنے اور اپنے ٹوٹتے جسم میں اٹھتی درد کی ٹیسیں برداشت کرتی اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"لیٹی رہو۔ اگر اٹھنے کی ہمت نہیں ہے تو۔" اس کے کانوں میں ایک جانی پہچانی آواز گونجی اور اس بار اس کی آنکھیں بنا کسی دقت کے کھل گئیں۔

حدید کی آواز نے صرف آنکھیں نہیں اس کی یادداشت کا وہ خانہ بھی کھول دیا تھا جس میں چند گھنٹے قبل پیش آنے والا واقعہ حرف بہ حرف لکھا رکھا تھا۔ اس نے اپنے جسم کی پوری توانائی صرف کی اور کروٹ لینے کی کوشش کی تو پتا چلا کہ وہ صوفے پر لیٹی تھی۔ سر میں اٹھنے والی ٹیسیں شدت پکڑ گئیں۔

حدید بظاہر بے نیاز ٹی وی میں گم تھا۔ ٹی وی کا والیوم معمول سے دھیما تھا جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ بے نیاز دکھنے کے باوجود وہ نائلہ سے مکمل طور پر غافل نہیں۔ بند آنکھوں کے پیچھے دوپہر کے مناظر کسی فلم کی طرح چلنے لگے۔ اس نے آنکھوں پر سے ہاتھ نہیں ہٹائے تھے۔ حدید نے ذرا نگاہیں ترچھی کر کے اسے دیکھا۔ وہ دھیرے دھیرے سسکنے لگی تھی۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بنا متاثر ہوئے ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کتنی دیر اسے یوں چپکے چپکے روتے ہوئے گزر گئی۔

"اگر تم اس ناٹک پر وقت ضائع کرنے کے بجائے شرافت سے بتا دو کہ تم انس کے کمرے میں کیا کرنے گئی تھیں۔ تو ہم دونوں کا وقت بچ جائے گا۔" حدید کی تلخ آواز گونجی تو نائلہ کو لگا اس سے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔ اس نے بے یقینی سے حدید کو دیکھا۔

"کیا... کیا کہا آپ نے..."

"وہی جو تم نے سنا۔ کیا چرانے گئی تھیں انس اور سوہا کی الماری میں سے۔" اس نے انس اور سوہا کے نام پر خاص زور دیا۔

"آپ... یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ میں... میں نے..." دکھ کے مارے اس سے الفاظ مکمل نہیں کیے گئے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY READING Section

حالانکہ یہ دکھ اس کا اپنا تھا۔ اگر وہ غیر جانبداری سے اپنا محاسبہ کرتی اور اپنے ماضی کے کردار کو سامنے رکھتی تو حدید بالکل حق پر نظر آتا۔

کردار پر لگے داغ' داغ نہیں پتھروں پر کھدی ہوئی لکیریں ہوتی ہیں۔ زمانے لگتے ہیں۔ ان درازوں کو بھرنے میں اور پھر بھی کبھی نہ کبھی' کسی نہ کسی کی یادداشت کا گرم تھپیڑا ان درازوں کو دوبارہ گہرا کردیتا ہے۔ وقت کے ساتھ ذرہ ذرہ کرکے بھری ہوئی ریت کو اڑا لے جاتا ہے۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور تم یہ بھی جانتی ہو کہ میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔" نائلہ گونگی بن کر بیٹھی اس کی شکل دیکھتی رہی۔

زندگی میں کبھی نہ کبھی ایسا مقام آتا ہے۔ جب انسان کو اپنے تمام الفاظ فالتو لگنے لگتے تھے۔ خواہ وہ کتنے ہی سچے کیوں نہ ہوں۔ اپنی آواز ایک فضول شے لگتی ہے۔ جس کا کوئی مصرف نہیں۔ خواہ وہ آواز کتنی ہی بلند' کتنی ہی مدھم اور کتنی ہی خواب صورت کیوں نہ ہو اور وہ الفاظ جو اپنی سچائی پر خود مشکوک ہوں' وہ الفاظ جو تھے یا دبے کسی کو کوئی فرق نہ پڑنے والا ہو۔ تو پھر وہ آواز اور الفاظ دونوں انسان کے کام کے نہیں رہتے۔

نائلہ پر بھی وہ وقت' وہ مقام اور وہ گھڑیاں آچکی تھیں۔ اسے معلوم تھا۔ اس وقت وہ روئے' دھاڑے' چیخیں مارے تب بھی اپنی بات کی سچائی ثابت نہیں کرسکے گی۔ کیوں کہ اس کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا کہ انس کے کمرے میں وہ نہیں کوئی اور گیا تھا۔ ثبوت ہوتا بھی تو وہ پیش نہیں کرسکتی تھی۔

پتا نہیں کون سی صدیوں کی تھکن اس کی رگ و پے میں سرائیت کرگئی تھی کہ لگتا تھا پورا جسم پتھر روڑے ڈال کر اس پر گھسیٹا گیا ہے۔ حدید کو اس کی حالت سے کوئی سروکار نہ تھا۔ وہ اگر اس سے مخاطب تھا تو فقط اپنی بات کا جواب لینے کے لیے۔۔۔ نائلہ کی نظریں یہاں وہاں پھرنے لگیں۔ جیسے صوفے کی ہتھیوں کی جڑوں میں' ٹی وی ٹرالی کے لاک ہول میں یا پھر سینٹر ٹیبل کے نیچے سے اسے جواب مل جائے گا۔ اور اسے جواب مل ہی گیا' لیکن کہیں اور سے نہیں اپنی خالی ہاتھوں سے۔

"میں۔۔۔ میرے پاس ایک انگوٹھی تھی۔ ایسے ہی نقلی۔۔۔ میں کبھی کبھی پہنتی تھی۔ نکاح والے دن سوہا نے مانگ کر پہنی تھی تو واپس نہیں کی۔۔۔ میں وہی لینے کے لیے۔۔۔" اس سے بات مکمل نہیں کی گئی۔ وہ اب دوبارہ سر ہاتھوں میں ڈال کر رو رہی تھی۔ فرق یہ تھا کہ پہلے اس کے پاس بہانہ نہیں تھا۔ اب کھل کر رونے کا بہانہ مل گیا تھا۔

"تم جھوٹ بول رہی ہو نا!" حدید کو اس کی بات کا یقین نہیں آیا تھا۔

"نہیں نہیں۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی۔ میں کیسے یقین دلاؤں آپ کو۔۔۔" اس نے بدقت تمام "خدا کی قسم" کو لبوں میں روکا تھا۔

"تو تم نے سوہا سے مانگی نہ انس سے ذکر کیا۔ سیدھی اڑانے کے لیے اس کے کمرے میں پہنچ گئیں۔"

"سوہا' چچی کے ساتھ تھی۔ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی میں۔۔۔" ایک جھوٹ۔۔۔ پھر جھوٹ پر جھوٹ۔۔۔ اور پھر۔۔۔ جھوٹ در جھوٹ۔۔۔

"تو تمہیں ایسی کون سی آگ لگ گئی تھی اسے لینے کی' جو اکیلی پہنچ گئیں۔"

"نہیں۔۔۔ مجھے۔۔۔" اس نے بے حد لاچاری سے جرح کرتے حدید کو دیکھا۔ کاش یہ شخص اس سے محبت کرتا ہوتا۔ اس نے اس کا اعتماد اس کا مان' بھروسہ جیت لیا ہوتا تو اس کی ہربات پر آنکھیں بند کرکے یقین کرلیتا۔

"مجھے شک تھا کہ سوہا نے وہ انگوٹھی کھو دی ہے۔ کیوں کہ اس نے نکاح والے دن مانگنے کے باوجود وہ انگوٹھی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
READING Section

www.Paksociety.com

نہیں پہنی تھی۔"

"ایک آرٹی فیشل رنگ کے لیے تم نے۔۔" اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ سوہا کی کال آرہی تھی۔ کوفت اور بے زاری نے نئے سرے سے اسے لپیٹ میں لیا۔

"بولو۔" اس کا انداز پھاڑ کھانے سے ذرا سا ہی کم تھا۔ سوہا بھی اٹک سی گئی۔

"وہ حدید بھائی۔ آپ آج رات رک جاتے امی کے پاس تو۔۔" اس نے سوہا کی محتاط آواز سن کر گہری سانس بھری خود پر قابو پایا اور جب دوبارہ بولا تو کافی بہتر ہو چکا تھا۔

"میں نہیں رک سکتا۔ نائلہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیوں کیا ہوا اسے۔" سوہا کی آواز میں نہ چاہتے ہوئے بھی تلخی ابھری۔

"گرمی کی شدت سے اس کا بی پی لو ہو گیا تھا۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔" سوہا کو صورت حال کی سنگینی کا ادراک ہوا۔

"اوہو۔ تو پھر۔ اب ٹھیک ہے وہ۔"

"اب ٹھیک تو ہے لیکن میں اسے اکیلا چھوڑ کر نہیں آسکتا۔" وہ بولتے ہوئے اٹھا اور کمرے میں چلا گیا۔ نائلہ سسکتے ہوئے تعجب سے اس کی پشت دیکھتی رہی اور اس نے بات مکمل کر کے موبائل بیڈ پر پھینک دیا۔

دل تو چاہتا تھا اڑ کر عفت کے پاس چلا جائے جو اس وقت اکیلی اسپتال میں یقیناً گھبرا رہی ہو گی لیکن یہ بھی سچ تھا کہ وہ نائلہ کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اس وجہ سے نہیں کہ اسے نائلہ کی کوئی پروا تھی۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اسے اپنے بھائی اور اس کے سامان کی پروا تھی اور نائلہ کی بات پر رتی برابر یقین نہیں تھا۔



عفت معراج کے سامنے سے تیسری بار فون سننے کے بہانے اٹھ کر باہر آئی تھی۔ اصل بات یہ تھی کہ وہ رات میں اکیلی اسپتال میں رکنے کے خیال سے دل ہی دل میں پریشان ہو گئی تھی۔

گو کہ رضوانہ کی حالت خطرے سے باہر تھی۔ ایمرجنسی جیسی کوئی صورت حال نہیں تھی لیکن پھر بھی یوں تن تنہا ایک بستر پر پڑی دل کی مریضہ کے ساتھ، اتنے بڑے اسپتال میں اکیلے رات گزارنے کا خیال اسے ہولا رہا تھا۔

سوہا نے بہت معذرت کر لی تھی۔ ساتھ ہی نائلہ کی طبیعت کا بھی بتا دیا تھا اور اس نے اس کی بے ہوشی کا سن کر بے حد خلوص اور چاہ سے دعا کی تھی۔

"یا اللہ! نائلہ کی طبیعت کی خرابی کسی خوش خبری سے جوڑ دے۔" اس نے ماہا اور سوہا کو ہمیشہ سگی بہنوں کی طرح ہی چاہا تھا اور نائلہ کو ملا کر تینوں بہنوں میں سے ایک کا بھی آنگن بچوں کی قلقاریوں سے اب تک آباد نہ ہو سکا تھا۔

یہ وہ کمی تھی جسے وہ صرف محسوس کرتی تھی کسی سے کہہ نہیں سکتی تھی۔ سوہا سے نائلہ کے بارے میں سن کر فی الحال تو اس نے دعا مانگی اور پھر فوراً" اپنے بارے میں سوچا۔ معراج کو آکے بیٹھے بھی دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ اس کا یوں اکیلے مزاج پرسی کو چلے آنا اتنا عجیب نہیں تھا لیکن دو گھنٹے تک بیٹھے رہنا یقیناً" رضوانہ کو بے چین کر رہا تھا اور خود معراج کیا سوچ رہا تھا جو ایسی کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ عفت کو اب اس کی بھی فکر ہو رہی تھی۔

"ایک بار معراج چلے جائیں تو کمرے میں بند ہو کر لمبی تان لوں گی۔ پھر کیا خبر ہو گی۔ کب رات کٹ گئی کب دن نکل آیا۔" دل ہی دل میں ارادہ کر کے وہ پلٹی اور تیز قدموں سے کمرے تک آئی۔ رضوانہ کو رات کی دوائیں دی جا چکی تھیں انہیں بھی نیند ستا رہی تھی۔ عفت کو ان کا بھی خیال آرہا تھا۔ وہ دروازے پر پہنچی تب ہی معراج باہر

WWW.PAKSOCIETY.COM
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نکلا۔ عفت نے ایک دم ٹھہر کر سر جھکا لیا۔ جانے کیا بات تھی۔ لاکھ کوشش کرکے بھی وہ نظر بھر کے اس شخص کی طرف نہیں دیکھ پا رہی تھی۔ جو اب اس پر دنیا میں سب سے زیادہ حق رکھتا تھا۔

"میں چلتا ہوں۔ میرے خیال میں کافی دیر رک گیا میں۔"

"جی۔" اس نے نہ تائید کی نہ تردید۔

"آپ آج اکیلی رکیں گی۔"

"شاید رکنا پڑے۔ ایکچوئیلی حدید بھائی آ رہے تھے، لیکن نائلہ کی طبیعت بالکل اچانک خراب ہو گئی تو انہیں گھر پر رکنا پڑا۔" وہ خوامخواہ کنفیوز ہوئے چلی جا رہی تھی۔ زندگی میں ایسی صورت حال سے اس سے پہلے کبھی واسطہ بھی تو نہیں پڑا تھا۔ الوداعی کلمات کہتا وہ پلٹ کر کوریڈور میں سیدھا چلتا چلا گیا۔ عفت وہیں کھڑی اس کی پشت دیکھتی رہی یہاں تک کہ وہ موڑ مڑ کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ عفت پلکیں نہیں جھپکا سکی۔

وہ وہیں کھڑی قدم قدم اسے خود سے دور ہوتا دیکھتی رہی۔ ہر اٹھتے اور گرتے قدم کے ساتھ دل کو کچھ نئی کیفیات میں ڈوبتے ابھرتے محسوس کرتی رہی۔ جانے کتنی دیر گزر گئی اور کتنی دیر گزرنی تھی۔

یہ عمارت یہ ماحول اب تک تو نہیں، لیکن اب سے انجان لگنے لگا تھا۔ یوں لگتا تھا کوئی رنگوں بھرا منظر تھا جس پر کسی نے بلیچ ڈال دی۔ وہ رنگوں بھرا منظر جگہ جگہ سے سفید پڑ گیا۔ یا پھر سرمئی....

"اگر... اگر..." ایک سوچ نے تلے قدموں سے جھجکتی آئی اور اس کے دل کے کواڑ کھول کر باہر جھانکا۔

"اگر آج حدید معراج کی جگہ ہوتے تو کیا میں اکیلی ہوتی۔"

"ہش!" دماغ کے کسی روزن نے سچائی کی البیلی نٹیار کو باہر دھکیلا۔

"ان ہی کی وجہ سے اکیلی ہوں۔ کیا انہیں پتا نہیں تھا کہ میں اسپتال میں رکوں گی اور وہ نہیں آئیں گے تو میں کتنی اکیلی پڑ جاؤں گی۔"

"اری او پگلی... ارے ناداں سن!" وہ شرمیلی جھجکی سوچ جو دل کے کواڑ کھول کر دہلیز پر سر جھکائے بیٹی تھی ایک دم تنک گئی۔

"اس تنہائی کی بات کون کرتا ہے! یہ تو وہ اکیلا پن ہے۔ جو تو نے راتوں جاگا اور پہروں بھوگا ہے۔ یہ تو وہ پیاس ہے جس نے تجھے ساون میں بے کل رکھا۔ یہ وہ آگ ہے جس نے چھاجوں مینہ برستے میں تجھے سلگایا۔ یہ ایک رات... ہونہہ۔" اس نے طنز سے ہنکارا بھرا۔

"یہ رات کسی گنتی شمار میں ہے۔"

ناداں میں نہیں، ناداں تو ہے تو..." دماغ کے روزن میں کھڑی الہڑ نٹیار نے بڑا چڑ کر اس کی طرف اشارہ کیا۔

"جو پرائی چیزوں پر نگاہ ڈالے وہ ناداں نہیں تو اور کیا ہے۔" اس کے اندر دلیلوں اور اعتراضات کا ہجوم لگ گیا۔ الفاظ کی عجیب چھینا جھپٹی جاگ اٹھی۔ یہاں تک کہ اس کی پتھرائی آنکھوں میں نمی اترنے لگی اور اسی نمی کے اس پار اک دھند کی اوٹ سے اس نے کسی کے وجود کو اپنی سمت بڑھتے دیکھا۔

دل و دماغ میں چھڑی جنگ میں اچانک سیز فائر ہوا۔ اس کا دھیان پلٹا اس نے تیز تیز پلکیں جھپکا کر اپنی آنکھوں کو مسلا اور سامنے دیکھا۔ وہاں حدید نہیں تھا۔ وہ ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نے تو معذرت کر لی تھی یہ کوئی اور تھا۔ کوئی مہربان وجود... جو دور جاتے جاتے پلٹ آیا تھا۔

"میں نے سوچا اگر تم آج رات اکیلی یہاں رک رہی ہو۔ تو میں بھی رک جاتا ہوں۔ میرا نہیں خیال کہ تمہیں کوئی اعتراض ہو گا۔" آپ سے تم تک کے سفر میں جتنے بھی موڑ آئے تھے۔ وہ سب کاٹ آیا تھا۔

☆ ☆ ☆ باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں۔)

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY